REGD NO P.67

رجسٹرڈ نمبر پی ۶۷

ہفت روزہ
بدر قادیان

جلد ۱۲ — شمارہ ۱۲

شرح چندہ
سالانہ ۶-۰۰
ششماہی ۳-۵۰
ممالک غیر ۷-۵۰
فی پرچہ ۱۳ پیسے

ایڈیٹر محمد حفیظ بقاپوری
نائب شیخ احمد گجراتی

۲۱ امان ۱۳۴۲ ہش — ۲۴ شوال ۱۳۸۲ ھ — ۲۱ مارچ ۱۹۶۳ء

اخبار احمدیہ

ربوہ - ۱۸ مارچ ۸½ بجے صبح - سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ :-
"اس وقت طبیعت اچھی ہے"
احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے حضور انور کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔

قادیان - ۱۹ مارچ - محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

قادیان - ۱۵ مارچ - حضرت مولوی عبد الرحمٰن فاضل امیر مقامی و ناظر اعلیٰ مع اہل و عیال دہلی سے واپس تشریف لے آئے ہیں اور خیریت سے ہیں الحمد للہ۔

ہالینڈ میں ماہِ صیام اور عید الفطر کی مبارک تقریب

مختلف ممالک مختلف رنگوں اور نسلوں کے مسلمانوں کا ایک ایمان افروز اجتماع

(از مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب امام مسجد احمدیہ ہالینڈ)

خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں ایک دفعہ پھر اچھے رنگ میں رمضان المبارک کے ایام گذارنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور پھر اس کے بعد کامیاب طور پر عید کی پر رونق تقریب سے نوازا فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ہالینڈ میں جب سے مسجد بنی ہے، سوائے پہلے سال کے جب کہ خاکسار نے تراویح میں قرآن مجید ختم کیا تھا یہ معمول رہا ہے کہ رمضان المبارک کے ایام میں روزانہ درس القرآن کا التزام رہے۔ درس میں شامل ہونے والوں کی تعداد زیادہ نہیں ہوتی کیونکہ رات تک روزانہ رات کے وقت لوگوں کیلئے آنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ اور پھر خصوصاً اس صورت میں جبکہ صبح ہی صبح اٹھ کر کام پر بھی جانا ہو۔ تاہم بعض احباب نے بڑی ہمت سے کام لیا اور باقاعدہ درس میں شامل ہوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

شام آٹھ بجے عشاء کی نماز کے بعد روزانہ ایک پارہ درس کا اہتمام تھا۔ جس میں قرآن کے مشکل اور اہم مقامات کی وضاحت کی جاتی رہی۔ اور استفسارات کے جواب دئے جاتے رہے۔ اور اس طرح یہ مجلس بہت پر لطف طور پر جاری رہی۔ آخری روز قرآن کے ختم ہونے پر اجتماعی دعا کی گئی۔

عید الفطر کی تقریب بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے اس دفعہ بہت کامیابی کے ساتھ وقوع پذیر ہوئی۔ عید کے روز نماز پڑھنے والوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ پہلے کبھی نظر نہ آیا تھا۔ جس کے لئے ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گذار ہیں۔ عید کی تیاری یہاں مہینہ بھر پہلے ہی شروع ہو جاتی ہے کیونکہ عید کے لئے دعوتی کارڈ وغیرہ کافی وقت پہلے تیار کر کے روانہ کرنے پڑتے ہیں۔ چنانچہ اس موقعہ پر ۴ صفحات کا دعوتی کارڈ تیار کیا گیا جس کے پہلے صفحہ پر "عید مبارک" کے الفاظ مزین تھے۔ یہ دعوت ہم نے ۹۰۰ کی تعداد میں بذریعہ ڈاک لوگوں کو بھجوائی۔ پریس نیوز ایجنسیوں کے علاوہ ہم نے ملک بھر کے چیدہ چیدہ یکصد روزناموں کے ایڈیٹرز کو بھی عید پر آنے کی دعوت دی۔ رمضان المبارک اور عید کے ضمن میں سرکلر الگ الگ اغراض کے لئے شائع کئے۔

عید کی رات کو دعوتِ طعام کا خاص طور پر بندوبست کیا گیا جس کے لئے یکصد معززین اور احباب جماعت کو مدعو کیا گیا عید کی نماز کے بعد دوپہر کے وقت معمولی ریسپشن کا اہتمام تھا۔ اس دفعہ عید کے موقعہ خدا تعالیٰ کے فضل سے خاص طور پر رونق تھی۔ مسجد کا حصہ تو پُر تھا ہی اور اس قدر پُر تھا کہ بمشکل بیٹھنے ہی کی جگہ تھی سجدہ کرنے کی گنجائش نہ تھی۔ پھر مسجد کے علاوہ انٹرنس ہال اور ڈرائنگ ہال میں بھی صفیں بنانی پڑیں۔ کچھ زائرین بھی شرکت کے لئے کھڑے ہونے تک کو بھی جگہ نہ تھی۔ اپنے ڈچ احباب کے علاوہ تقریباً تمام ہی اسلامی ممالک کے احباب دیکھنے میں آئے۔ از انڈونیشیا ممالک کے طلباء بھی تھے اور مڈل ایسٹ کے بھی۔ مشرق بعید سے بھی تھے اور مغرب بعید (سرینام وغیرہ) سے بھی ایک خاصی تعداد تھی۔ ترکی سے آئے ہوئے لوگ یہاں آجکل کافی ہیں۔ چنانچہ ایک بڑی تعداد اس موقعہ پر ترکوں کی بھی تھی۔ یہ سب ہی اس تقریب سے بہت لطف اندوز ہوئے۔

نماز عید کے بعد خاکسار نے مختصر خطبہ ڈچ زبان میں دیا۔ جس کا خلاصہ خاکسار نے بعد میں انگریزی میں بیان کر دیا۔ تا جن لوگوں کو ڈچ کی سمجھ نہیں آتی وہ انگریزی میں اس کا مفہوم سمجھ لیں خطبہ کا مضمون اسلامی اخوت اور اتحاد عالم تھا۔ خاکسار نے بیان کیا کہ اسلامی تعلیم کا مطمح نظر یہی ہے کہ تمام دنیا متحد نظر آئے اسی لئے اسلام تمام انبیاء کو سچا قرار دیتا ہے اور انہیں ماننے کی ترغیب دیتا ہے، اسلام دراصل یہی ہے۔ کہ ہم ان تمام انبیاء کو جو خدا تعالیٰ کے نام پر آئے اصولی طور پر ان کی صداقت کا اقرار کریں۔ اور خدا تعالیٰ کے پیغام کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ خدا تعالیٰ نے کامل دین کی تکمیل ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہوئی جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے ایک پاک کتاب قرآن مجید کا نزول فرمایا۔ اور تمام انبیاء کو ایک لڑی میں موتیوں کی طرح منسلک کر دیا۔ اور اس طرح تمام دنیا کو متحد کرنے کا عظیم الشان کام سرانجام دیا۔ یہی وہ بلند مقصد اور یہی وہ اہم مشن ہے جس کو جماعت احمدیہ نے اپنایا ہے۔ اور تمام ملکوں میں پھیل گئی ہے تا اسلام کا یہ اہم مقصد اپنی پوری شان کے ساتھ پورا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اپنے فضل سے نصرت فرمائے۔ آمین۔

خطبہ کے بعد خاکسار نے روٹرڈم کے ایک ڈچ نوجوان کو احباب کے سامنے پیش کیا جنہوں نے عید کی صبح ہی کو اسلام قبول کیا تھا۔ اس مبارک دن کی نسبت سے اس کا نام مبارک احمد رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔ خطبہ اور دعا کے بعد احباب کا ایک دوسرے کو عید ملنے کا جو نظارہ تھا وہ قابل دید تھا۔ دنیا کے چاروں اطراف کا سے آئے ہوئے مشرق اور مغرب ایک دوسرے سے گلے مل رہے تھے۔ یہ نظارہ زائرین کے لئے خاص طور پر ایک عجیب کیفیت کا حامل تھا۔ ملنے ملانے کی گہما گہمی کے بعد ریسپشن کا حصہ شروع ہو گیا۔ چنانچہ احباب کی خدمت میں کافی وغیرہ پیش کی گئی۔ اور یہ سلسلہ ایک بجے تک جاری رہا اسی دوران میں خاکسار کو بہت ساوقت پریس رپورٹروں کو دینا پڑا۔ جو کافی تعداد میں اس وقت موجود تھے۔ ہالینڈ ریڈیو کا نمائندہ بھی آیا ہوا تھا جس نے کچھ پروگرام ریکارڈ کیا۔ چند ایک سوالات اس نے مجھ سے کئے۔ جن کے جوابات ریکارڈ کئے گئے۔ یہ پروگرام عید کے دوسرے روز براڈ کاسٹ کیا گیا۔ عید کی خبر اسی روز شام کے اخبارات میں شائع ہوئی۔ اور اس کے بعد پراونشل اخبارات نے بھی اس خبر کو اپنے کالموں میں جگہ دی۔

ہمارے احباب اس عید کے لئے دور دور سے آئے ہوئے تھے۔ جو دن بھر یہاں رہے اور رات کھانے کی دعوت میں شریک ہوئے اور پھر دیر تک پروگرام سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ عید کی تقریب کے لئے کھانے وغیرہ تیار کرنے کا کام اور انتظام کافی محنت طلب تھا اور خاکسار کی اہلیہ کو فکر تھا کہ یکصد افراد کا کھانا کیسے وقت پر تیار ہو گا۔ مگر جماعت کی مستورات نے اس موقعہ پر اپنے اخلاص کا پورا ثبوت دیا۔ اور دن رات ایک کر کے کھانے کی تیاری وغیرہ میں مدد دی۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہت جزا عطا فرمائے۔ آمین۔

عید کے دوسرے روز صبح کے وقت روٹرڈم کے ایک نوجوان نے اسلام قبول کیا۔ اور دن کے آخر

مالک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا — پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

علاقہ جنوبی ہند کا تبلیغی و تربیتی دورہ

(مرتبہ مکرم مولوی محمد عمر صاحب ایدہ اللہ ناظر امور عامہ مولوی فاضل)

نظارت دعوت و تبلیغ قادیان کی طرف سے مرتبہ جنوبی ہند تبلیغی و تربیتی دورہ کے پروگرام کے مطابق مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی فاضل مدراس سے یکم مارچ کو اور مکرم مولانا سمیع اللہ صاحب فاضل بمبئی سے دو مارچ کو حیدرآباد پہنچے۔ یہ تبلیغی دورہ بیدر آباد سے شروع ہو کر ۲۶ مارچ کو مدراس تک ختم ہوگا۔ اب دورہ مندرجہ بالا مبلغین کرام کے علاوہ مکرم مولوی مبارک علی صاحب فاضل کی شمولیت بھی مقرر کی گئی تھی لیکن موصوف حج بیت اللہ کے بابرکت سفر پر تشریف لے جانے والے ہیں۔ اس لئے ۱۵ مارچ کو آپ اس وفد سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ ان کی غیر موجودگی میں خاکسار وفد کے ساتھ تمام دورہ میں شامل رہے گا۔ علاوہ ازیں مکرم مولوی حکیم محمد الدین صاحب اپنے حلقہ تبلیغ یعنی میسور سٹیٹ کے دورہ میں وفد کے ساتھ رہیں گے۔ مکرم سیٹھ محمد معین الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد و سکندرآباد تمام دورہ میں وفد کی قیادت فرمائیں گے۔

جماعت احمدیہ حیدرآباد کا ترسٹھواں جلسہ سالانہ

پروگرام کے مطابق جماعت احمدیہ حیدرآباد و سکندرآباد کا ترسٹھواں سالانہ جلسہ بتاریخ ۲ اور ۳ مارچ کو منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اس کے لئے احمدیہ جوبلی ہال افضل گنج کے نزدیک ایک وسیع و عریض شامیانہ ڈالا گیا جس میں پانچسو سے زائد سامعین کے لئے سیٹیں تھیں۔ جلسہ کی تشہیر تمام شہر میں بذریعہ [illegible] اور اشتہارات کے ذریعہ کی گئی۔ مقامی اخبارات میں بھی اعلان کیا گیا۔

مجلس خدام الاحمدیہ جملہ انتظامات میں دن رات سعی کرتی رہی جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت ہی آسانی سے تمام انتظامات پایۂ تکمیل تک پہنچ گئے۔ الحمد للہ۔

حسب پروگرام جلسہ کی کارروائی ۸ بجے شب مکرم سید جعفر حسین صاحب بی۔اے ایل ایل۔بی ایڈووکیٹ کی صدارت میں مکرم مولوی محمد عبد اللہ صاحب بی ایس سی۔ ایل ایل۔بی کی تلاوت قرآن کریم کے ساتھ شروع ہوئی۔ مکرم محمد صدیق صاحب سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ کے استقبالیہ خطاب کے بعد سب سے پہلی تقریر خاکسار کی زیر عنوان "اسلام میں اجتماعیت کا تصور" ہوئی۔ خاکسار نے اسلام کی عالمگیر تعلیم کی روشنی میں اجتماعیت کے مختلف پہلوؤں کو بیان کرتے ہوئے موجودہ زمانے کے مسلمانوں کی مشکلات کے حل کے لئے اسلام کی پیش کردہ تعلیم اجتماعیت کو اپنانے کی تلقین کی جس کے لئے جماعت احمدیہ جو کہ ایک واجب الاطاعت امیر کے ماتحت اور ایک مضبوط تنظیم کے زیر سایہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے کے عملی نمونہ کو پیش کیا۔ دوسری تقریر مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ بمبئی نے بعنوان "زندہ مذہب" فرمائی۔ آپ نے بتایا کہ ہر مذہب کا دعویٰ ہے کہ اس کے اندر خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ موجود ہے لیکن ان تمام مذاہب کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام مذاہب مختص القوم اور مختص الزمان ہیں۔ اور یہ سب ایسے خدا کو پیش کرتے ہیں جس کی قوت گویائی معدوم ہو چکی ہے اور ان کے اندر زندگی کے کوئی آثار موجود نہیں۔ لیکن اسلام کا پیش کردہ خدا اب بھی اپنے مبارک کلام سے اپنے پیارے بندوں کو شرف بخشتا ہے۔ جس کے ثبوت کے طور پر فاضل مقرر نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو پیش کیا۔ اور بتایا کہ تمام مذاہب اپنے ابتدائی زمانہ میں سچے تھے۔ لیکن بعد میں ان کی زندگی ختم ہو گئی۔ اب خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت صرف اسلام میں ہی پایا جاتا ہے۔ آپ نے اس ضمن میں سلسلہ تجدید و احیائے دین اور اجرائے نبوت کو پیش فرمایا۔

اس کے بعد مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی نے زیر عنوان "اسلام اور قومی یکجہتی" پر تقریر فرمائی جس میں آپ نے باہم قومی اتحاد اور یکجہتی کے لئے ذیل اصول بیان فرمائے۔ جن میں سے بعض یہ ہیں

(۱) ہندوستان کے تمام باشندے قوم اور مذہب کی حدود سے باہر نکل کر ہندوستان کا وفادار شہری بنیں۔

(۲) تمام اہل مذاہب ایک دوسرے کے ریفارمروں پیغمبروں رشیوں منیوں اور بزرگوں کی تعظیم کریں۔

(۳) مذہبی کتابوں اور عبادت گاہوں کی حرمت کو تسلیم کریں۔

(۴) ہر قسم کے خلاف قانون اور خلاف حکومت ہڑتالوں اور سٹرائیک وغیرہ سے اجتناب کریں۔

آخر میں فاضل مقرر نے قومی یکجہتی کو قائم کرنے کے لئے اسلام کی پیش کردہ ان اصولوں پر گامزن ہونے کی تلقین کی۔

ہر سہ تقاریر چالیس چالیس منٹ تک جاری رہیں۔ میں مکرم چوہدری مبارک علی صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن حیدرآباد نے احباب کا شکریہ ادا کیا اور دعا کے بعد یہ جلسہ ٹھیک ½ ۱۰ بجے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

اس جلسہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے سامعین کثیر تعداد میں حاضر تھے۔ اور اول تا آخر تمام کارروائیوں کی سماعت فرماتے رہے۔

اس جلسہ میں مستورات کے لئے جوبلی ہال میں معقول انتظام تھا۔ عورتیں بھی کثرت سے اس جلسہ میں شریک ہو کر جملہ تقاریر سے مستفید ہوئیں۔

دوسرے دن کا جلسہ

جماعت احمدیہ حیدرآباد و سکندرآباد کے ترسٹھویں جلسہ کے دوسرے دن کی کارروائی زیر صدارت محترم سیٹھ محمد معین الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد و سکندرآباد کی زیر صدارت ٹھیک آٹھ بجے شروع ہوئی۔ مکرم مولوی بشیر الدین صاحب فاضل کی تلاوت کی تلاوت کے بعد مکرم سید جعفر حسین صاحب بی۔اے ایل ایل۔بی کی تقریر ہوئی۔ آپ کی تقریر بعنوان "میں کیسے احمدی ہوا" بہت دلچسپی سے سنی گئی۔ آپ نے بتایا کہ احمدیت کا سرگرم ممبر ہونے کی وجہ سے حکومت نے مجھے گرفتار کر کے جیلخانہ میں ڈال دیا تھا۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے امام جماعت احمدیہ کی تصنیف کردہ تفسیر کبیر کا مطالعہ کیا جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی رہبری سوائے جماعت احمدیہ کے اور کوئی جماعت یا کوئی پارٹی نہیں کر سکتی نہ صرف یہ بلکہ مجھے یقین پیدا ہو گیا کہ آج تمام دنیا میں خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ صرف اسی جماعت میں پایا جاتا ہے۔ اس طرح میں نے احمدیت قبول کی۔ جس کے نتیجہ میں میں اپنے اندر ایک عظیم الشان روحانی انقلاب پا رہا ہوں۔ آخر میں آپ نے تمام سامعین کی خدمت میں یہ دردمندانہ اپیل کی کہ ہر قسم کی نفرت اور تعصب کی پٹی کو کھول کر خالی الذہن ہو کر جماعت احمدیہ کا مطالعہ کریں۔

دوسری تقریر مکرم چوہدری مبارک علی صاحب فاضل کی بعنوان "پیغام آسمانی" ہوئی۔ آپ نے پیشوایان مذاہب کی پیشگوئیوں اور بشارتوں کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو پیش کرتے ہوئے بتایا کہ اس زمانہ میں آپ نے ہی آ کر آسمانی پیغام سنایا ہے اور نجات ابدی اسی پیغام کو اپنانے کے نتیجہ میں ہی حاصل ہوگی۔

تیسرے نمبر پر مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب فاضل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت نہایت ہی عمدہ پیرایہ میں بیان کی۔ آپ کی صداقت کو پہچاننے کے لئے آپ کے صحابہ کی زندگی کو پیش کیا اور بتایا کہ ان کے اندر جو عظیم الشان روحانی تبدیلی آپ کے قبول کرنے کی وجہ سے رونما ہوئی تھی وہ کسی کاذب کے ذریعہ نہیں ہوتی۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اس معیار سے اس زمانہ کے مصلح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو پرکھا جائے تو فیصلہ کرنے میں چنداں مشکل پیش نہیں رہتی۔

آخری تقریر مولانا شریف احمد صاحب امینی کی بعنوان "موجودہ زمانہ کی مشکلات کا حل" ہوئی۔ آپ نے اپنے مخصوص اور دلنشین انداز میں اس زمانہ میں پائی جانے والی تمام خرابیوں کا ذکر کرتے ہوئے اسلام کی طرف سے پیش کردہ علاج سامعین کے سامنے رکھا اور بتایا کہ وہ تمام مشکلات کے حل کے لئے ایک ایسے مذہب کی پیروی کو ضروری قرار دیا ہے۔ جس کی تعلیم عالمگیر ہو۔ اور اتحاد انسانیت پر مبنی ہو اور تعلیمات کے نتائج مثبت ہوں۔ مقرر نے ان تمام اوصاف کو دلائل اور براہین کے ذریعہ اسلام پر چسپاں کر کے بتایا کہ موجودہ زمانہ کی تمام مشکلات کا حل صرف اسلام ہی ہے۔

اس تقریر کے بعد مکرم چوہدری مبارک علی صاحب فاضل نے تمام سامعین اور معززین کا شکریہ ادا فرمایا۔ دوسرے دوسرے دن کے اس جلسہ میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے پہلے دن سے زیادہ حاضرین تھے اور پنڈال کے باہر بھی کثیر تعداد میں لوگ ہماری تقریریں سنتے رہے۔

اس طرح یہ جلسہ ہر طرح سے نہایت ہی کامیابی و کامرانی سے اختتام پذیر ہوا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

ظہیر آباد میں تبلیغی وفد

پروگرام کے مطابق جماعت احمدیہ ظہیر آباد کا جلسہ سالانہ مورخہ ۴ اور ۵ کو مقرر کیا گیا تھا۔ لہذا حیدرآباد سے وفد کے ساتھ بجس کے قریب خدام تین جیپ اور موٹروں میں ٹھیک چار بجے روانہ ہوتے ہوئے رات کے ۸ بجے ظہیر آباد پہنچے۔ وہاں پر مکرم شیخ علی صاحب سیکرٹری تبلیغ نے اپنے مکان کے سامنے کھلی جگہ میں جلسہ گاہ بنا کر خوب سجایا تھا۔ وفد اور خدام کو موصوف نے

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

خطبہ جمعہ

اشدّاء علی الکفار رحماء بینھم کی صفت اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرو

ایک دوسرے کے ساتھ محبت، شفقت اور درگذر کا سلوک کرو اور ذاتی رنجشوں کو کبھی زیادہ اہمیت نہ دو

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲ نومبر ۱۹۲۸ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔
قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے

مومنوں کی ایک صفت

بیان فرمائی ہے اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا اور ایسا عمل کیا کہ دیکھ کر حیرت آتی ہے۔ لیکن تعجب آتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بعد مسلمانوں سے وہ صفت بالکل اڑ گئی اور میں سمجھتا ہوں کہ ابھی تک وہ ہماری جماعت میں بھی پوری طرح قائم نہیں ہوئی بعض صفات ایسی ہوتی ہیں جو قدرتاً ہر نیک آدمی میں پائی جاتی ہیں اور ان میں کسی خاص قوم یا مذہب سے تعلق رکھنے والوں کی خصوصیت نہیں ہوتی۔ وہ بھی بے شک اپنی ذات میں اچھی ہوتی ہیں اور ان کے حصول کے لئے بھی کوشش کرنا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن یہ صفت جس کا میں ذکر کر رہا ہوں اس کے متعلق تقریباً تمام

الہامی کتب میں پیشگوئیاں

موجود ہیں اور قرآن کریم نے بھی اس کو بطور پیشگوئی کے ہی ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے اس قسم کی خصوصیات اپنے اندر رکھتے ہوں گے۔ اور وہ صفت یہ ہے کہ آپ کے ماننے والے اشدّاء علی الکفار رحماء بینھم پر عمل کرنے والے ہونگے یعنی وہ لوگ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ ماننے والوں کے مقابلہ میں تو بہت سخت ہوں گے لیکن جو ماننے والے ہونگے ان کے ساتھ ان کا معاملہ بہت ہی رحم کا ہوگا۔ یعنی ایک طرف تو وہ غیرت میں اس قدر بڑھے ہوئے ہوں گے کہ دین کے خلاف مسنا برداشت ہی نہیں کر سکیں گے اور دوسری طرف محبت میں اتنے بڑھے ہوئے ہونگے کہ اپنے بھائیوں کا کوئی قصور انہیں نظر ہی نہیں آئے گا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ آپس میں ان کی کبھی شکر رنجی ہوگی ہی نہیں یہ ناممکن ہے اور یہ بات علم غیب سے تعلق رکھتی ہے اور علم غیب نہ سب لوگوں کو حاصل ہو سکتا ہے اور نہ سب لوگ شکر رنجی سے آزاد ہو سکتے ہیں۔ جو بات بڑی ہے وہ اس حالت کی شدت ہے یعنی

معمولی شکر رنجی

کی بات کو اس طرح چلانا کہ گویا زمین و آسمان کے قیام کا مدار صرف اسی ایک بات پر ہے شکر رنجی تو بڑے بڑے لوگوں میں بھی ہو جاتی ہے۔ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ میں شکر رنجی ہو گئی اور حضرت عمرؓ کی طبیعت چونکہ تیز تھی اس لئے ضروری تھا کہ قدرتاً ان سے زیادہ تیزی ظاہر ہوتی۔ لیکن اس جھگڑے کے بعد حضرت ابوبکرؓ اس بات کو بالکل دل سے نکال کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہو گئے۔ اور حضرت عمرؓ کو جب محسوس ہوا کہ آپ غلطی پر ہیں تو وہ بھی حضور کی مجلس میں دوڑے ہوئے آئے اور چاہا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی برأت کریں۔ رسول مقبول نے آپ کے فعل کو ناپسند فرمایا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی سفارش کی۔ گویا جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ پر ناراض ہونے لگے تو اس بات کا سب سے زیادہ دکھ بھی حضرت ابوبکرؓ کو ہی ہوا۔ اور یہ رحماء بینھم کی مثال ہے گویا جس طرح ایک ماں اپنے بچے کے متعلق اس کے استاد کو کہتی ہے کہ یہ بہت شریر ہے اسے خوب مارو۔ لیکن جب وہ مارتا ہے تو

سب سے زیادہ دکھ

بھی ماں کو ہی ہوتا ہے۔ یہی مثال صحابہؓ کی تھی اور اشدّاء علی الکفار رحماء بینھم کی صفت ان میں کمال درجہ پر تھی۔ وہ لوگ جو رسول دشمنوں کے مقابل میں اپنی جانیں قربان کرتے رہے جن کے دل بہادری سے پر تھے اور جن میں قوتِ برداشت اس قدر زیادہ تھی کہ شدید ترین زخموں کی حالت میں بھی اپنے نفس سے بے خبر ہوتے تھے۔ ایک صحابی کی جنگ احد میں دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں بلکہ ان کا تمام دھڑ تلوار سے چرا ہوا تھا۔ ان کا ایک رشتہ دار ان کو بہت تلاش کرنے کے بعد ان تک پہنچا۔ اب ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں انسان کو کس قدر مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ان میں برداشت کی طاقت اس حالت میں بھی اس قدر تھی کہ جب وہ رشتہ دار تیمارداری کی فکر کرنے لگا تو انہوں نے کہا کہ ان باتوں کو چھوڑو۔ اور میرے پاس ہو کر میری بات سنو۔ جس وقت وہ پاس بیٹھے تو پہلے ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اب میں رسول مقبول سے نہیں مل سکتا۔ اس لئے میں تمہارے ذریعہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتا ہوں اور دوسری نصیحت میں یہ کرتا ہوں کہ میرے اعزہ کو کہہ دینا کہ میں مر رہا ہوں اور تمہیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ میں

دنیا کی سب سے قیمتی چیز

یعنی محمد رسول اللہ پیچھے چھوڑے جاتا ہوں ان کی حفاظت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا یہ کہا اور جان دے دی۔ ان کو اپنی موت نظر آ رہی تھی۔ بدن زخموں سے چور تھا۔ ہڈیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ لیکن برداشت کا یہ حال تھا کہ کسی تکلیف کی طرف دھیان نہ تھا دوسری طرف رحماء بینھم کی ایک مثال ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح ان کا ہر شخص دوسرے کے لئے قربانی کرتا تھا۔ عبد اللہ بن ابی بن سلول، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اشد ترین دشمنوں میں سے تھا۔ ایک دفعہ اس نے آپ کی شان میں گستاخی کی۔ آپ کو جب اس کا علم ہوا تو اس کا بیٹا آپ کے پاس آیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ میرے باپ کو مارنا چاہیں اور اس کی سزا اس سے کم ہو بھی کیا سکتی ہے کیونکہ اس نے آپ کی شان میں گستاخی کی ہے تو مجھے حکم فرمائیں تا میں خود اس کی گردن اڑا دوں اس لئے کہ اگر آپ نے کسی اور کو حکم دیا تو ممکن ہے کہ اسے دیکھ کر کبھی مجھے جوش آ جائے۔ اور میں اپنے باپ کا قاتل سمجھ کر اسے کوئی نقصان پہنچا دوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کس قدر رحم تھا۔ وہ اس لئے اپنے باپ کو اپنے ہاتھ سے مارنا چاہتا ہے کہ مبادا اس کے ہاتھ سے کسی

مسلمان بھائی کو نقصان

پہنچے۔ اور دل میں کسی اور بھائی کی برائی کا خیال پیدا ہو۔ ہر شخص کا باپ ہوتا ہے اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اپنے باپ کو اپنے ہاتھ سے مارنا کس قدر مشکل کام ہے۔ لیکن وہ اس لئے اپنے باپ کو مارنے پر آمادگی ظاہر کرتا ہے کہ تا کسی

بھائی کی برائی کا خیال

اس کے دل میں پیدا نہ ہو۔ لیکن افسوس ہے کہ اب مسلمانوں سے رحماء بینھم کی صفت اڑ گئی ہے میں اپنے دوستوں کو بھی دیکھتا ہوں کہ وہ بھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑ پڑتے ہیں۔ ایک دوسرے سے بولنا چھوڑ دیتے ہیں مل کر کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں بلکہ خود بھی کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک دفعہ لڑکوں سے پوچھا کہ جو لڑکے قصور کرتے ہیں ان کا کیا علاج ہے؟ اس پر ایک لڑکے نے جواب دیا کہ بس اٹھتے بیٹھتے جوتی۔ آپؓ اس پر بہت ہنسا کرتے تھے اور فرماتے کہ اس نے یہ نہ سوچا کہ کبھی مجھ سے بھی قصور ہو سکتا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جس سے قصور یا غلطی نہ ہوتی ہو اور غلطی اور قصور انسان کو

سزا کا مستحق

نہیں بناتا۔ جو چیز سزا کی مستحق بناتی ہے وہ تو اتر قصور ہے یا ایسا قصور جس سے بنی نوع انسان کا ایسا نقصان ہوتا ہو جس کا ازالہ ضروری ہو۔ یا جس کے لئے شریعت نے حدود قائم کی ہوں۔ یا جس سے کسی کی ذات کو نہیں بلکہ سلسلہ کو نقصان پہنچتا ہو گو ان میں بھی کسی حد تک عفو سے کام لیا جاتا ہے باقی ذاتی جھگڑے ایسے نہیں ہوتے کہ انہیں اتنی اہمیت دی جائے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! کتنے قصور بھائی کے معاف کرنے چاہئیں۔؟ آپ نے فرمایا

دن میں ستر بار

اب ایسا کون انسان ہے جس کے دس کا بھائی دن میں ستر بار قصور کرے۔ کئی دن ایسے گذر جاتے ہیں کہ کوئی ہمارا ایک بھی قصور نہیں کرتا۔ اور شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جس میں کوئی بھائی ایک یا دو قصور کرے۔ مگر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ دن میں ستر بار معاف کرو۔ اس کا یہ منشاء تو یقیناً نہیں ہے کہ کوئی بات خواہ کیسی خطرناک ہی کیوں نہ ہو۔ اس کا

کوئی نوٹس ہی نہ لو

لیکن یہ ضرور ہے کہ ایسے وقت دخل دو جب کوئی اور چارہ نہ رہے۔ اور پھر بھی عفو اور نرمی سے کام لو۔ میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے جھگڑوں کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اردگرد کے لوگ بھی کسی نہ کسی پارٹی میں شریک ہو جاتے ہیں یہ

بہت خطرناک نقص

ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب مومن بھائی بھائی ہیں اس لئے کسی کو کسی پارٹی میں شامل نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو کسی جھگڑے کا تصفیہ نہیں ہو سکے گا۔ فیصلہ کے لئے غیر جانبدار ہونا ضروری ہے۔ تو ایسے جھگڑوں میں بہت سا قصور ان لوگوں کا ہوتا ہے جو خواہ مخواہ حصہ لینے لگ جاتے ہیں۔ دوستوں کو چاہیئے کہ جہاں کہیں بھی جھگڑا ہو مل کر جائیں اور فوراً تصفیہ کروا دیں۔ اور یہی ذریعہ ہے جس سے جھگڑے طے ہو سکتے ہیں۔ اگر پارٹیاں بن جائیں تو پھر تصفیہ بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ وہ صفت جو مسلمانوں کی حضرت مسیح نے توریت میں بیان کی اگر وہ بھی مسلمانوں میں نہ پائی جائے۔ اس پیشگوئی کے تو یہ معنے ہیں کہ

یہ صفت نمایاں

ہونی چاہیئے۔ پس میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم کی صفت اپنے اندر پیدا کریں۔ دشمن سے سختی اور دوستوں سے نرمی کا برتاؤ کریں۔ تاکہ ہماری طاقت دشمنوں کے مقابلہ میں خرچ ہو۔ آپس میں نہ ہو۔ آپس میں نرمی محبت اور پیار پیدا کرو۔ غیرت اور سختی دشمن کے مقابلہ میں خرچ کرو۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ہم میں لڑنے کی جو طاقت ہے وہ اگر ساری بھی جمع کر لی جائے تو ہمارے دشمن اس قدر زیادہ ہیں کہ پھر بھی وہ ان کے لئے کافی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اس کا کچھ حصہ اپنوں کے مقابل میں ضائع کر دیا جائے تو پھر تو اور بھی نقصان ہوگا۔ کوئی فوج ایسی نہیں جو گولہ بارود اپنے ساتھیوں کے لئے بھی خرچ کرتی رہے۔ اور پھر

دشمن پر فتح یاب

ہونے کی بھی امید رکھے۔

انسان کو خدا تعالےٰ نے محدود پیدا کیا ہے۔ اس کی طاقتیں بھی محدود ہیں۔ جذبات وہ ذخیرے ہیں وہ سہارے ہیں جن پر کھڑا ہو کر انسان کام کر سکتا ہے اگر انہیں ضائع کر دیا جائے تو قوت بھی ضائع ہو جاتی ہے۔ تعجب ہے کہ اس علمی زمانے میں بھی لوگوں نے

جذبات کی قوت

کو نہیں سمجھا۔ محبت، غیرت، رحم، لڑائی کی طاقت، جذبۂ انتقام۔ یہ سارے اصل میں سہارے ہیں۔ انجن ہیں، جن سے جسم کی گاڑی چلتی ہے۔ ان کو ضائع کر کے مت سمجھو کہ ہم نے اپنا کیا نقصان کیا ہے جس طرح انجن سے دھواں نکالنے سے سٹیم ضائع ہو جاتی ہے اسی طرح خواہ مخواہ غصہ ہونے سے بھی انسان کی

قوتِ عملیہ کا ایک حصہ

ضائع ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ ان معمولی باتوں کا بھی مستقبل پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے اگر ایک انسان کی زندگی کا انجن ۵۰ میل کی رفتار سے چلتا تھا۔ تو ان ناواجب غصوں سے ۲۰ میل ہی چلے گا۔ پس نادان ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ غصہ تو میں دوسرے شخص پر ہوا ہوں۔ میرا اس سے کیا نقصان ہوا۔ وہ نہیں جانتا کہ وہ

اپنی سٹیم ضائع کر رہا ہے

لڑائی سے دیگر نقصانات کے علاوہ اپنی قوتِ عملیہ کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔

پس دوستوں کو چاہیئے کہ وہ رحماء بینھم کی پیشگوئی کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ پیشگوئیوں کا پورا کرنا بھی فرض ہوتا ہے۔ اور انسان کو خدا تعالےٰ کے فضلوں کا وارث بنا دیتا ہے۔ پس اپنی

طبائع میں اصلاح کرو

میں قادیان والوں کو ہی نہیں بلکہ ہر جگہ کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ہمیں اتنی فرصت ہی نہیں کہ آپس میں لڑتے رہیں چھوٹا اور معمولی اختلاف بھی خطرناک ہے کیونکہ وہ بیج ہے۔ اس لئے اسے بھی فوراً طے کرنا چاہیئے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے منشاء کے مطابق چلنے کی توفیق دے۔ اور ہمیں توفیق دے کہ ہم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، قرآن کریم اور پہلے انبیاء کی پیشگوئیوں کو پورا کر کے اس کے فضلوں کے وارث ہو سکیں۔ آمین۔

زبانِ اُردو

از مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے قادیان

جو لوگ ہندی کے مبالغہ کی حد تک دلدادہ ہیں۔ ان کو اردو ایک آنکھ نہیں بھاتی ان کی دلی آرزو ہے کہ جس طرح بن پڑے اردو کا نام و نشان تک مٹا دیا جائے۔ اس کا یکسر استیصال کر دیا جائے۔ حالانکہ اردو بھی آئین ہند کی مسلمہ چودہ زبانوں میں سے ہے۔ اور وہ اپنے بعض خصائص میں دوسروں سے ممتاز ہے اور اپنی ایک نرالی شان رکھتی ہے۔ مثلاً املاء میں ہندی گورمکھی اور یورپین الجبد سے کہیں زیادہ اختصار ہے۔ مزید یہ کہ صدہا سال کی ہندو مسلم تہذیب کے آثار کا مخزن ہے۔ کسی قوم کی تہذیب مٹانے کا آسان طریق اس کی زبان کو مٹا دینا ہے کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ کسی دوسری قوم کو اس کے مذہبی خزائن سے دور کر دے۔ اور اس کا وہاں تک پہنچنا مشکل تر کر دے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی مذہبی کتب کی ایک نہایت کثیر تعداد اردو زبان میں ہے اگر اردو سے ان کی نئی نسل بے بہرہ ہوگی تو یقیناً وہ اپنے مذہب سے بیگانہ ہو جائیں گے۔ چھ کروڑ مسلمانوں کو آئین کے تحت بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ اور ان کی نسلوں کے لئے ان کے مذہب کے گھاٹ برابر جاری رہیں تا وہ ہمیشہ ان سے سیراب ہوتے رہیں۔ افغانستان، ایران، عرب ممالک وغیرہ ہمسایہ ممالک کے ساتھ قریبی تعلقات قائم رکھنے میں یہ رسم الخط ایک خاصہ اہم حصہ ادا کر سکتا ہے۔ یہ موانست اور مجانست کا باعث ہے۔

روزنامہ پرتاپ (جالندھر و دہلی)

ان اخبارات میں پیش پیش ہیں جو ہمیشہ اردو کے پیچھے لٹھ لئے پھرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے قلوب محسوس اور زبانیں اقرار کرتی ہیں ... ہے۔ اس کے استعمال کے بغیر کم از کم فی الحال گذارہ نہیں ہو سکتا۔ یا مافی الضمیر کی پوری طرح ادائیگی نہیں ہو سکتی۔ مثلاً میں اس کے ۲۷ر اور ۲۸ر فروری کے صرف ایک ایک اداریہ سے کچھ الفاظ درج کرتا ہوں جو اس کے بانی ایڈیٹر مہاشہ کرشن جی کی وفات پر استعمال کئے ہیں:۔

یہ لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ دنیائے صحافت کے تاجدار، اقلیم علم و دانش کے شہنشاہ۔ شرنارتھیوں کے حقیقی غمگسار۔ ہندوؤں کے محسن اور آریہ سماج کے جلیل القدر لیڈر۔

خلد آشیانے صحافت۔ وہ آخرت کا سفر شروع کرنے سے پہلے جس آخری ترتیب میں شامل ہوئے۔ بے خوف اور بے باک صحافی۔ اصول پرستی کی خاطر انہوں نے اپنے خلاف بہت سے مقدمات کو برداشت کیا۔ روپیہ یا سیاسی مصلحت کے پیش نظر ذہنِ عزیز۔ مسجود کر لیتا تھا۔ تحریر کو نقالی کرنا ناممکن۔ دلائل مضبوط۔ دلائل براہین قاطع کی حیثیت حاصل تھی۔ پوری شدومد اور دل و جان سے حمایت کی۔ بمسلسل بہیمیت پر اثر انداز۔ جہات۔ شدت اور بے خوفی سے جہاد شروع کیا۔ حد بندی کمیشن۔ از سر نو تشکیل۔ مراجِ تحسین

عروسِ صحافت بیوہ ہو گئی۔ جسمِ صحیح مونس جہانِ فانی۔ سیاست دانوں کو۔ منافع محفوظ میں رکھنے کے لئے نازمانہ حالات وابستہ سے متاثر۔ مجموعی مفاد کو کس قدر زیادہ نقصان پہنچ گیا۔ ذاتی یا طبقی مفاد۔ مجموعی مفاد قلم کے تیز نشتر چرکنے۔ شمشیر کا جھٹکا۔ پیشکش۔ درمیان۔ دو پہیہ تک جھتی۔ اور اتحاد کافی حد تک محفوظ ہو گیا۔ پس منظر کا علم۔ خلاف جنگ شروع۔ حالیہ شکوہ صورت حاصل۔ مسند پر غلبہ۔ مستقبل کے لئے خطرہ ہے۔

رواداری سے کوئی زیادہ عبارت نہیں۔

اس میں سے بھی بمشکل نصف الفاظ ہیں نے اوپر درج کئے ہیں جو گویا سب ہی عربی مفرد الفاظ ہیں یا مرکب الفاظ کا حصہ ہیں اور باقی نصف بھی اسی رنگ میں فارسی کے الفاظ ہیں۔ اگر ایسے مخالفین اردو کے نزدیک ان کی مراد یہ ہے۔ کہ دیسی زبان استعمال ہونی چاہیئے۔ جس میں تھوڑی سی عبارت میں دو صد الفاظ عربی و فارسی کے مستعمل ہوں تو پھر بھی خواہ اردو بصدق دل ان کے ساتھ متفق ہے

دعائے مغفرت

میرا سب سے بڑا بیٹا عبدالکریم خان جو پچھلے دس سال سے لنڈن میں مقیم تھا اچانک ۱۰ر فروری کو وہیں انتقال کر ہمیں داغ مفارقت دے گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بڑا ہونہار اور فرمانبردار بچہ تھا۔ اس کی وفات حرکت قلب بند ہو جانے سے ہوئی۔ مرحوم نے وہیں شادی کی ہوئی تھی۔ اور اولاد بھی تھی۔ یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ ہمارے لئے رنج والم کا باعث ہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ اور ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق دے

عبدالجلیل خان ہیڈ کلرک باغ پٹنہ ۔ ۔

قسط دوم

تقریر جلسہ سالانہ ۶۲ء

ہندوستان پر اسلام کا اثر

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ مسلم مشن مدراس

امر سوم (مسلمانوں کی آمد ہندوستان میں بحیثیت فاتح اور حاکم)

۱۔ خلیفہ ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں (یعنی خلافت بنو امیہ کے عہد میں) اسلام کا قدم سندھ کی طرف بڑھا۔ ۷۱۱ء یعنی ۹۳ھ میں اس کی سعادت محمد بن قاسم کو حاصل ہوئی۔ محمد بن قاسم کے حملہ کی وجہ تاریخی طور پر یہ بیان کی جاتی ہے کہ سیلون کے بادشاہ نے حجاج بن یوسف گورنر کو کچھ تحفہ ایک بحری بیڑہ میں ارسال کیا تھا۔ راستہ میں ہندوستانی قزاقوں نے اس بحری قافلہ پر حملہ کر کے اسے لوٹ لیا اور عرب عورتوں کو قید کر لیا۔ اطلاع ملنے پر حجاج نے سندھ کے راجہ داہر کو سب اشیاء واپس کرنے کے لئے لکھا۔ مگر اس نے اس مطالبہ کو پورا نہ کیا۔ تب حجاج کے حکم سے سپہ سالار محمد بن قاسم کی سرکردگی میں سندھ پر حملہ ہوا۔ اور اس نے سندھ ملتان اور لاہور پر قبضہ کر لیا۔

۲۔ سندھ میں چونکہ ہندو دھرم کا زور تھا۔ اور وہاں کے بت خانے موجود تھے۔ محمد بن قاسم نے ان کے بارہ میں حجاج بن یوسف سے دریافت کیا تو اس نے علماء بغداد سے رجوع کیا اور جواب آیا

ما البد الا کنائس الیہود
والنصاریٰ و بیوت النار المجوس
(تاریخ بلاذری)

کہ بت خانے یہود و نصاریٰ کے معبدوں اور مجوسیوں کے آتشکدوں کی طرح ہیں

چنانچہ ان بت خانوں سے کوئی تعرض نہ کیا گیا۔ اور ہندوؤں کو مذہبی آزادی دی گئی اور حکومت کے کاموں میں بھی ان کو شریک کیا گیا

۳۔ جس حکومت کی داغ بیل محمد بن قاسم نے ڈالی، عباسی خلیفہ معتمد باللہ کے زمانہ میں اس کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کی جگہ چند چھوٹی چھوٹی ریاستیں رہ گئیں۔ جن پر کبھی قرامطہ اور کبھی بنو فاطمہ نے قبضہ کیا۔ سندھ کی اسلامی حکومت کی مدت سو سال سے متجاوز نہیں ہوتی مگر مسلمان اس کے بعد بھی اس سرزمین میں بستے رہے۔ اور ہندو و مسلم ایک ہندوستانی قوم کی طرح پھیلتے پھولتے رہے چنانچہ محمود غزنوی کے حملہ سے قبل ۳۰۰ سال کے زمانہ کے بارہ میں پنڈت جواہر لعل نہرو وزیر اعظم ہندوستان اپنی کتاب "تلاش ہند" میں رقمطراز ہیں:۔

"غرض اب تک (یعنی محمود غزنوی سے پہلے تقریباً تین سو برس تک اسلام مذہب کی حیثیت سے پرامن طور پر پھیلا تھا۔ اور ہندوستان کے مذاہب میں بغیر کسی اختلاف و تصادم کے اپنی جگہ حاصل کر لی تھی"

محمد بن قاسم کے ۳۰۰ سال بعد سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ کیا بلکہ سترہ حملے کئے۔ مگر وہ ان حملوں کے نتیجہ میں ہندوستان میں کوئی پائدار سلطنت قائم نہ کر سکا۔ بلکہ ہر دفعہ مال و دولت لے کر غزنی کو واپس چلا گیا۔ غزنوی خاندان کے بعد ہندوستان میں غوری، خاندان غلاماں، خلجی اور تغلق خاندانوں کی حکومت قائم ہوئی۔ بالآخر ۱۵۲۶ء میں بابر نے مغلیہ سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ جو قریباً سوا تین سو سال تک قائم رہی۔ جس کا خاتمہ ۱۸۵۷ء میں بہادر شاہ ظفر کے زوال کے ساتھ ہو گیا۔ خاندان مغلیہ میں اکبر، جہانگیر، شاہجہان اور اورنگ زیب عالمگیر بہت شان اور دبدبہ کے بادشاہ گذرے ہیں جن کے عہد حکومت میں ہندوستان نے علوم و فنون اور سماجی و اقتصادی معاملات میں بہت ترقی کی۔

۵۔ بنگال میں مسلمان بارھویں صدی میں پہنچے۔ اس وقت وہاں بدھ دھرم تھا۔ تیرھویں صدی میں مہاراشٹر اور دکن فتح ہوا۔ اور چودھویں صدی کے وسط تک مسلمانوں نے ہندوستان میں ایک وسیع سلطنت قائم کر لی تھی جس کا خاتمہ ۱۹ ویں صدی کے وسط میں ہو گیا۔

مسلمان حکمرانوں کے طرز حکومت اور طرز عمل میں فرق

پنڈت جواہر لعل نہرو ایک قابل سیاستدان اور مدبر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک قابل مورخ بھی ہیں۔ آپ نے نہ صرف ہندوستان، بلکہ تاریخ عالم کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ اور اس مطالعہ کا نتیجہ آپ کی دو بیش بہا تصنیفیں ہیں

۱۔ تلاش ہند Discovery of India

۲۔ تاریخ عالم کی جھلکیاں Glimpses of world history

آپ نے ان دونوں کتابوں میں مختلف مقامات پر مسلمان حکمرانوں کے کردار پر روشنی ڈالی ہے اور اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے کہ

۱۔ سندھ میں آنے والے مسلمان جو عرب سے آئے تھے وہ اسلام کی تعلیم کے حامل اور عامل تھے اس لئے ان لوگوں نے سندھ والوں پر کوئی ظلم نہیں کیا۔ اور نہ ہی ان میں مذہبی تعصب تھا۔

۲۔ مگر ہندوستان کے شمال سے آنے والے مسلمان فاتحین کے پاس اسلام بالواسطہ پہنچا تھا۔ ان کے اندر عربوں جیسی رواداری نہ تھی۔ اس لئے ان کا طرز عمل عربوں سے علیحدہ تھا

۳۔ غزنوی۔ غوری اور پٹھانوں نے ہندوستان میں اپنے خاندان والوں پر ہی اعتماد کیا اور واپس اپنے وطن کو چلے جاتے رہے۔ مگر مغلیہ خاندان والوں نے ہندوستان کو ہی اپنا گھر سمجھا اور ہندوؤں پر بھی اعتماد کیا۔ ان کو معاملات حکومت میں شریک کیا۔ اور اعلیٰ ترین عہدے دئے۔ ہندوؤں سے مذہبی رواداری کا معاملہ کیا جس کے نتیجہ میں ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کو استحکام ملا

چنانچہ وہ اپنی کتاب Glimpses of world history میں سندھ میں آنے والے عربوں کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

(۱) "عرب لوگ اپنی ابتدائی بیداری کے زمانہ میں مذہبی جذبہ سے سرشار تھے۔ تاہم وہ روادار تھے۔ اور ان کی مذہبی رواداری کی متعدد مثالیں موجود ہیں .... ہندوستانی عربوں نے سوائے سندھ کے کسی اور جگہ حکومت نہیں کی مگر اس زمانہ میں بھی وہ آزادی سے سب سے ملتے اور ان کے دوسرے لوگوں سے تعلقات محبت والے اور خوشگوار تھے۔"

(Glimpses P. 149)

(ب) غزنوی اور غوری خاندان کے فاتحین کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"یہ مسلمان ابتدائی طور پر بڑے سخت اور قدرے ظالم تھے۔ کیونکہ وہ ایک سخت ملک سے آئے تھے جہاں نرمی کو قابل تعریف نہیں سمجھا جاتا۔ مزید برآں چونکہ وہ ایک نئے مفتوحہ ملک میں تھے اور چاروں طرف دشمن کے نرغہ میں تھے جو کسی لمحہ بھی بغاوت کر سکتے تھے۔ .... اس وقت ایک مسلمان کے کسی ہندو کو مذہبی بنا پر مارنے کا سوال نہیں تھا بلکہ ایک نئے فاتح کا اپنے مفتوحوں کی آزادی کی روح کو کچلنے کی کوشش کرنے کا معاملہ تھا۔ بعض اوقات ان ظالمانہ افعال کو بیان کرنے کے لئے مذہب کو درمیان میں لایا جاتا ہے۔ اور یہ بات صحیح نہیں ہے۔"

ایضاً صہ ۲۱۹

اسلام کے اثرات ہندوستان پر

اب میں اختصار کے ساتھ ان اثرات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو ہندوستان میں کسی بھی صورت میں اسلام کی آمد کے نتیجہ میں ظاہر ہوئے

مسلمانوں نے ہندوستان کو اپنا گھر بنایا

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے ہندوستان کو اپنا دوسرا وطن یا گھر بنا لیا تھا اور وہ یہیں آباد ہو گئے۔ اور اس ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لئے کوشاں رہے۔ چنانچہ

۱۔ ڈاکٹر تارا چند اپنی کتاب Influence of Islam کے صہ ۱۳۷ پر فرماتے ہیں:۔

The Muslims who came into India made it their home. Mutual intercourse led to mutual understanding.

کہ مسلمان جو ہندوستان کو آئے انہوں نے اسے اپنا گھر ہی بنا لیا اور باہمی میل ملاپ اور باہمی سمجھ بوجھ اور موافقت کا باعث بن گیا۔

۲۔ مہاتما گاندھی جی فرماتے تھے:۔

"مسلمانوں کا تو ہندوؤں کی مانند یہی وطن ہے ان کا ہندوستان سے نکالا جانا بالکل ناممکن سمجھتا ہوں اس لئے ان کے ساتھ امن و امان سے رہنا ہی ایک طریقہ ہو سکتا ہے"

(اخبار سپیل امرتسر ۲۲ر جون ۱۹۴۷ء)

۳۔ ابتداء میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات بہت ہی خوشگوار تھے اور وہ ایک دوسرے کی خوشی و غمی میں شریک ہوتے تھے۔ چنانچہ

(۱) شری جواہر لعل نہرو اپنی کتاب "تلاش ہند" صہ ۳۲۳ پر فرماتے ہیں:۔

"ہندو مسلم دونو صلح و امن کے ساتھ مل جل کر ایک ساتھ رہتے تھے۔ دونو ایک دوسرے کے تہواروں اور خوشیوں میں شریک ہوتے تھے۔ ایک زبان بولتے تھے کم و بیش ایک طریقے پر رہتے تھے اور سب اقتصادی مسائل ایک سے تھے۔ پولو ان کا پسندیدہ کھیل تھا۔ اور ہاتھیوں کی لڑائی کا ان سب کو شوق تھا"

(ب) کرشنا مشن کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتاب Cultural Heritage جلد ۴ صہ ۵۹۲ پر مرقوم ہے:۔

The process of growth, both among the Hindus and the Muslims for almost nine centuries was one of contact, assimilation and synthesis.

یعنی قریباً نو صدیوں تک ہندوؤں اور مسلمانوں کی باہمی ترقی کا طریق کار یہ تھا کہ وہ باہمی میل ملاپ رکھتے اور آپس میں موافقت و اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ ہندوستان میں اسلام کے ابتدائی دَور سے نو صدیوں تک ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات بہت اچھے اور خوشگوار تھے

۲۔ مسلمانوں نے ہندوستانی تہذیب و تمدن پر اثر ڈالا

حضرات! اب میں آپ کے سامنے اس امر کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں نے کس طرح ہندوستان کی تہذیب و تمدن پر اثر ڈالا۔ اور اس بارہ میں بھی خود ہندوستانی مدبرین و مورخین کی آراء کو ہی پیش کرتا ہوں

(و) شری جواہر لعل نہرو وزیر اعظم ہند فرماتے ہیں:۔

"شمال مغرب سے آنے والے حملہ آوروں اور اسلام کی آمد ہندوستان کی تاریخ میں کافی اہمیت رکھتی ہے اس نے ان خرابیوں کو جو ہندو سماج میں پیدا ہو گئی تھیں۔ یعنی ذاتوں کی تفریق، چھوت چھات اور انتہا درجہ کی خلوت پسندی کو بالکل آشکار کر دیا۔ اسلام کے اخوت کے نظریے اور مسلمانوں کی عملی مساوات نے ہندوؤں کے ذہن پر گہرا اثر ڈالا ہے۔"

(تلاش ہند)

(ھ) بلبل ہند شریمتی سروجنی نائیڈو سابق گورنر یوپی نے ۱۹۲۹ء میں برٹش انڈین یونین لندن کے زیر اہتمام ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہندوستان کی تہذیب و تمدن کو مسلمانوں نے مالا مال کر دیا اور وہ چیزیں دیں جو اسے (ہندوستان کو) زندہ بنانے کے لئے ضروری تھیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جنہ ذیرتر ذات مقدس کی یہ تعلیم تھی کہ ہر انسان خواہ وہ غریب ہو یا امیر ایک ہی خدا کا بندہ ہے اسلام نے عورتوں کو حق وراثت سے محروم نہیں کیا اور اسے حق دیا کہ وہ اپنے شوہر سے طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ سب سے زیادہ پیاری چیز جو اسلام ہندوستان میں لایا تھا وہ یہ تھی کہ

"ماں کے قدموں تلے جنت ہے"

(برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول حصہ چہارم صفحہ ۹۵-۹۶)

(ج) ڈاکٹر سرپی سی رائے نے ۱۰ مر فروری ۱۹۳۳ء کو مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے کانووکیشن کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا

"یہ صحیح نہیں کہ مسلمان ہندوستان میں صرف بس گئے اور کچھ نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے یہاں کے فن تعمیر موسیقی ادب اور سیاسیات میں بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ ہندوستان کی تربیت و تہذیب میں اسلام کی ذہانت و ذکاوت نے بہت کچھ حصہ لیا ہے۔ وہ لباس زریں جو مسلمانوں نے ہندوستان کی دیوی کو پہنایا اگر اتار لیا جائے تو وہ کیسی بدنما نظر آنے لگے گی؟ اس کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں"

(علیگڈھ گزٹ ۱۲ر فروری ۱۹۳۳ء)

(د) پروفیسر ٹی ایل وسوانی صاحب ایم اے اپنے ایک فاضلانہ مضمون میں رقمطراز ہیں:۔

"یہ کہنا ہرگز مبالغہ میں داخل نہیں کہ ہندوستان کے خیال و نیز طرز معاشرت میں اسلام نے نمایاں اضافہ کیا ہے۔ اس مذہب نے ہندوستان میں قومیت کی بنیاد ڈالی۔ اور اس خطۂ زمین کے فلسفہ، شاعری، فن تعمیر و دیگر علوم کو اپنی غیر معمولی ذکاوت و ذہانت سے چار چاند لگا دیئے"

(مسلم راجپوت ۱۴ر جولائی ۱۹۲۶ء صفحہ ۵)

(ھ) ڈاکٹر تارا چند مشہور ہندوستانی مورخ اپنی شہرۂ آفاق کتاب Influence of Islam میں فرماتے ہیں:۔

(a) Not only did Hindu religion, Hindu art, Hindu literature and Hindu science absorb Muslim elements, but the very spirit of Hindu culture and the stuff of Hindu mind were also altered.

(b) The total amount of change in all departments of social life was so great as to constitute the begining of a new epoch.

(ا) نہ صرف ہندو مذہب، ہندو آرٹ، ہندو لٹریچر اور ہندو سائنس نے اسلامی تعلیم کے عناصر کو اپنایا بلکہ ہندو کلچر کی مخصوص روح اور ہندو دماغ کا مخصوص پردہ بھی تبدیل ہو گیا۔

(ب) اسلام کی تعلیم کے نتیجہ میں سوشل زندگی کے تمام شعبوں میں تبدیلی اس قدر زیادہ تھی کہ اس پر نئے دور کی تعمیر کا آغاز کیا جا سکتا تھا۔

(c) It is difficult to resist the influence that Lingatism was a result of the influence which these muslims exerted in these parts of India

(Influence P. 119)

یعنی اس نتیجہ کو روکنا از حد مشکل ہے کہ (جنوبی ہند میں لنگایت قوم جو بت پرستی کے خلاف توحید کی قائل اور چھوت چھات سے بالا ہے) لنگایت ازم نتیجہ تھا اس اثر کا جو مسلمان ہندوستان کے اس علاقہ میں رکھتے تھے۔

ان مدبرین کی آراء بالکل واضح ہیں کہ تعلیمات اسلامیہ نے ہندوستان کی تہذیب و تمدن نظریات و عقاید اور آرٹ و کلچر پر ایک نمایاں اثر و تغیر پیدا کیا۔ جو اب تک جاری و ساری ہے

۳۔ اسلام کا مذہب پر اثر

ہندوستان میں ساتویں صدی قبل مسیح تک ویدک دھرم عروج پر تھا۔ مگر دوسری صدی قبل مسیح میں بدھ دھرم کا دور دورہ شروع ہوا اور اس نئے دھرم نے ویدک دھرم کے بنیادی اصولوں پر کاری ضرب لگائی۔ ورنوں اور ذات پات کے امتیاز کو ختم کرنے کی کوشش کی تیسری صدی عیسوی کے وسط میں ویدک دھرم کو پھر عروج حاصل ہونا شروع ہوا۔ اور یہ عروج آٹھویں صدی عیسوی کے بعد اپنے پورے جوبن پر تھا جب کہ راجہ ہرش کی سلطنت ختم ہو گئی تھی۔ اور بدھ دھرم اور جین مت کا قریباً خاتمہ ہو گیا تھا۔ اور اسی زمانہ میں مسلمانوں کا عروج شروع ہوا تھا۔ ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم کی سرکردگی میں مسلمان سندھ میں داخل ہوئے۔ چونکہ اسلام کی تعلیمات کا نقطۂ مرکزی "توحید الہٰی" اور مساوات انسانی تھا اس لئے ان سادہ مگر دلکش تعلیمات نے ہندوستان کے لوگوں کے دلوں پر گہرا اثر کیا۔ اور وہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوئے۔ اور آہستہ آہستہ ہندوستان کے مذاہب میں مذہب اسلام نے بھی ایک نفوذ اور مقام پیدا کر لیا۔ چنانچہ رام کرشنا مشن کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتاب The cultural Heritage of India جلد دوم صفحہ ۴۹۲ پر مرقوم ہے کہ:۔

"بدھ دھرم داخلی اور خارجی طور پر برہمنی عقاید کا تار و پود بکھیر چکا تھا۔ جب کہ ہندوستان پر مسلمانوں کا حملہ ہوا۔ محمد بن قاسم اپنے ہمراہ کچھ مذہبی اور صاحب اخلاق و روحانیت افراد بھی لایا تاکہ وہ اس مقصد کو مستحکم کر سکیں جس کے متعلق اس کو اپنے جرنیلوں سے امید تھی کہ وہ ان کی بنا ڈال دیں گے۔ مذہب اسلام کے عقیدہ توحید الہٰی اور مساوات انسانی نے جو کہ صحیح جمہوریت کی بنیاد ہیں ان لوگوں کے اذہان کو اپنی طرف کھینچ جن کو بدھ دھرم کے بھکشوؤں نے تیار کیا تھا کیونکہ بدھ لوگوں کا خدا کے بارہ میں ناقص اور غیر معین سا عقیدہ ان کے اندر اس تازگی اور زندگی کی قوت کو پیدا کرنے سے قاصر تھا جو خدا پر یقین رکھنے والوں کے دلوں میں ہوتی ہے۔ چونکہ مسلمانوں میں خدا پر یقین و ایمان تھا اس لئے اسلام ان لوگوں میں پھیل گیا"

۲۔ پنڈت جواہر لعل نہرو وزیر اعظم ہند اپنی کتاب "تلاش ہند" میں فرماتے ہیں:۔

"اسلام کے عقیدۂ توحید سے ہندو دھرم متاثر ہوا ہے اور ہندو فلسفہ کے وحدت الوجود سے اسلامی فلسفہ"

(تلاش ہند)

۳۔ ہندوستان پر اسلام کے مذہبی اثرات کے بارہ میں ڈاکٹر تارا چند ہسٹورین فرماتے ہیں:۔

(a) "اسلام سادہ مذہبی عقاید، مرتب قواعد و اصول، عبادات اور سوشل نظام کے جمہوری نظریات کو لے کر منظر عام پر آیا"

(Influence of Islam P. 34)

(ب) حضرت محمد صلعم نے جس مذہب کی تبلیغ کی وہ بہت ہی سادہ اور آسان تھا۔ اس کے عقاید و عبادات کی بنیاد قرآن مجید کے اس اصل پر ہے کہ "خدا لوگوں کے بوجھ کو ہلکا اور کم کرنا چاہتا ہے" اسلام کا مرکزی نظریہ توحید ہی ہے اور سب سے بڑی عبادت نماز ہے۔ روزہ، زکوٰۃ، حج اور رسالت محمدیہ پر ایمان لانا مذہب کے ارکان ہیں۔ اور سوشل اعتبار سے اسلامی تعلیمات کا دلکش اور موثر پہلو مساوات اخوت انسانی ہے۔ نیز اس مذہب میں پجاریوں کی کوئی مخصوص جماعت نہیں"

(ایضاً صفحہ ۱۵)

الغرض اسلام کی یہ سادہ اور دلکش تعلیمات ہی تھیں جن سے ہر مذہب کے لوگ متاثر ہوئے اور اسلام ان ملکوں و قوموں میں بڑھتا چلا گیا۔ اور ہندوستان میں بھی اسلام کی ترقی اور پھیلنے پھولنے کا یہی راز تھا۔ اب آزادی ہند کے بعد تو اسلامی تعلیمات کو مختلف رنگوں میں اپنا لیا گیا ہے۔ چنانچہ ہندوستان کے دستور اساسی میں "مساوات" کے اصول کو جگہ دی گئی اور ایک خاص سرکاری بل کے ذریعہ چھوت چھات کو قانوناً روک دیا گیا ہے۔ اور ہندو کوڈ بل کے ذریعہ ہندو عورتوں کو بھی خلع، طلاق اور ورثہ کے حقوق عطا کئے گئے ہیں۔ چنانچہ شری کے۔ ایم منشی سابق گورنر اتر پردیش نے لکھنؤ میں ایک جلسہ سیرت النبی صلعم میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

قسط اوّل

مسیحی مناد مسٹر ایلن لوتھر ایم۔ اے آف جالندھر سے

دلچسپ تبادلۂ خیالات اور موصوف کے نام ایک کھلی چٹھی

از مکرم سید شہامت علی صاحب ساہتیہ رتن قادیان

عرصہ چھ ماہ سے خاکسار گورنمنٹ ٹریننگ کالج جالندھر میں زیر تعلیم ہے اور کالج کے ہوسٹل میں رہائش ہے۔ ایک روز رات کے وقت دو مسیحی دوست تبلیغ کرنے ہوسٹل میں آئے۔ ان کا کہنا تھا کہ انسان گنہگار ہے اور گناہ کا نتیجہ موت ہے اسلئے موت سے چھٹکارا اور دائمی نجات چاہو تو مسیح کے قدموں میں آجاؤ۔ چونکہ وہ وقت ہماری اسٹڈی کا تھا۔ اس لئے کوئی خاص بات چیت نہ کر سکا اور وہ یہ کہہ کر چلے گئے کہ اگر آپ نجات چاہتے ہیں تو ہماری میٹنگ میں تشریف لائیں۔ ان دونوں میں سے ایک دوست مدراسی تھے جو کچھ عرصہ ہوا بمبئی چلے گئے ہیں۔ اور دوسرے دوست مسٹر ایلن لوتھر ایم اے یہاں کے پریچر ہیں۔ ایلن صاحب کے والد سکھ اور والدہ مسلمان خاتون تھیں مگر انہوں نے تقریباً چھ سال قبل مسیحیت قبول کر لی تھی اور اب یہاں سرگرم پریچر ہیں وقت ملنے پر میں نے ان کی میٹنگ میں جانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ پہلے گو میں نے انہیں ایک کارڈ لکھا کہ میں آپ کی اس اتوار (۱۰ ۔ ۱ ۔ ۶۰) والی میٹنگ میں حاضر ہونگا میں نے مسیحیت کے متعلق آپ سے کچھ سوال کرنے ہیں۔ مہربانی فرما کر اس کے لئے اپنی میٹنگ میں کچھ وقت نکالنے کی کوشش کریں چنانچہ حسب پروگرام خاکسار، مکرم شیخ محمد لطیف صاحب اور چوہدری سکندر خاں صاحب اور اپنے ہم سبق دو غیر مسلم سٹوڈنٹس کی معیت میں اتوار کو مقررہ وقت پر ان کی میٹنگ میں پہنچ گیا۔

پریچر صاحب نے بائیبل میں ۲۔ سلاطین کے پانچویں باب کی ابتدائی ۱۵ آیات جس میں نعمان شاہ ارم کا ذکر ہے کا پونہ گھنٹہ تک درس دیا۔ اور اس کا لب لباب نکال کر وہ سابقہ پوائنٹ پر آگئے۔ میں نے حسب موقعہ کچھ سوالات کئے۔ اس طرح ہم دونو میں بات چیت شروع ہو گئی۔ اس دلچسپ گفتگو کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ بعد جو خط و کتابت ہوئی اس کا خلاصہ اور خاکسار کی ایک مفصل چٹھی جو ۲۱ ۔ ۱ کو بذریعہ ڈاک پریچر صاحب کو ارسال کی ہے اس کا اصل متن بھی قارئین کی دلچسپی کے لئے پیشِ خدمت ہے:۔

مسیحی:۔ انسان گنہگار ہے۔ سب نے گناہ کیا اور خدا کے جلال سے محروم ہیں (رومیوں ۳/۲۳) اس لئے یسوع مسیح کتاب مقدس کے مطابق ہمارے گناہوں کے لئے موا۔ (۱۔ کرنتھیوں ۱۵/۳) اب جو بھی مسیح کے قدموں میں آجائے گا۔ وہ گناہ کی مزدوری موت سے محفوظ رہے گا۔ اور ہمیشہ کی زندگی یعنی نجات کو پائے گا۔

احمدی:۔ مگر آپ کی (اسرائیلی) شریعت میں آیا ہے کہ "ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائے گا۔ (استثناء ۲۴/۱۶ ۔ ۲۔ تواریخ ۲۵/۴ ۔ حزقیل ۱۸/۴ ۔ ۱۸/۲۰) شریعت میں اس امر کی بار بار منادی کرنے کے بعد کہ کوئی کسی کا گناہ نہیں اٹھائے گا۔ نہ باپ بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا" آپ کس طرح کہہ رہے ہیں کہ مسیح ہمارے گناہوں کے لئے موا۔

مسیحی:۔ کتاب مقدس (رومیوں ۳/۲۰-۲۴ ۔ ۱۔ کرنتھیوں ۱۵/۳) میں کھول کر دیکھ لیجئے۔ صاف لکھا ہوا ہے۔

احمدی:۔ پولوس کا خط ایک طرف ہے اور خدا کا کلام دوسری طرف۔ آپ انصاف سے کہیئے کہ ان دونوں میں کس کو ترجیح دیں گے۔

نوٹ:۔ اس وقت میٹنگ میں بیٹھے دو تین مسیحی گریجوایٹ نوجوان ہمارے اس سوال پر ہکّا بکّا ہو گئے اور ایلن لوتھر کی آواز میں آواز ملا کر کہنے لگے

مسیحی:۔ کتاب مقدس سے جواب دے چکا ہوں۔ ہمارے خداوند یسوع مسیح نے ہمارے گناہوں کے لئے صلیب پر جان دے دی تاکہ ہم خدا تک پہنچیں۔

احمدی:۔ خدا کا ایک راستباز بندہ جو شریعت جو شریعت کو قائم کرنے آیا (متی ۵/۱۷) وہ اپنے کسی فعل سے شریعت کے حکم کو کبھی نہیں توڑ سکتا۔ اور اگر بقول آپ کے یا بقول پولوس کے مسیح نے فی الواقعہ صلیب پر جان دے دی تو پھر اس نافرمانی کی سزا یعنی اس کے لعنتی ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کیونکہ شریعت میں مفتری علی اللہ اور کاذب کے لئے یہی قانون درج ہے کہ "وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے (استثنا ۲۱/۲۲-۲۳) اس صورت میں مسیح کو آپ کس منہ سے راستباز ٹھہرائیں گے۔

مسیحی:۔ اس کی راستبازی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس نے اپنے قتل کئے جانے اور پھر تیسرے دن جی اٹھنے کی خود پیشگوئی کی اور پھر وہ پیشگوئی پوری بھی ہوئی۔ کتاب مقدس میں لکھا ہے کہ یسوع اپنے شاگردوں پر ظاہر کرنے لگا کہ اسے ضرور ہے کہ یروشلم جائے اور بزرگوں اور سردار کاہنوں اور فقیہوں کی طرف سے بہت دکھ اٹھائے اور قتل کیا جائے اور تیسرے دن جی اٹھے گا متی ۱۶/۲۱

احمدی:۔ بلا شبہ یہ پیشگوئی حضرت مسیح کی راستبازی کی دلیل ہے کیونکہ یہ ایک نشان تھا جو انہوں نے دکھایا اس کے متعلق انہوں نے پہلے سے وعدہ کیا تھا کہ "اس زمانے کے بُرے اور زناکار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ جیسے یونسؑ تین دن رات مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابنِ آدم تین رات دن زمین کے اندر رہیگا۔ متی ۱۲/۳۹-۴۰ اور اس نشان کے متعلق یونس نبی کی کتاب میں لکھا ہے کہ " اور یوناہ تین دن رات مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ تب یوناہ نے مچھلی کے پیٹ میں خداوند اپنے خدا سے دعا مانگی۔ (یوناہ ۱/۱۷ ۔ ۲/۱) اب ظاہر ہے کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں زندہ داخل ہوئے تھے اور زندہ ہی پیٹ میں رہے (تبھی تو پیٹ میں دعا مانگی ورنہ مردہ دعا نہیں مانگ سکتا۔) اور زندہ ہی پیٹ میں سے نکلے۔ حضرت مسیحؑ نے فرمایا ہے کہ " جیسے یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا" یہ الفاظ کسی تاویل کے محتاج نہیں حضرت مسیحؑ نے یہ نشان واقعہ صلیب کی صورت میں دکھایا جب کہ آپ واقعہ صلیب کے بعد یونس نبی کی طرح زندہ ہی قبر میں داخل ہوئے اور یونس نبی کی طرح زندہ ہی وہاں رہے اور پھر ویسے ہی زندہ باہر نکلے۔ اگر مردہ ہونے کی صورت میں قبر میں داخل ہوتے اور زندہ ہوکر نکلتے تو یونس نبی کا نشان پورا نہ ہو سکتا۔ اور آپ جھوٹے ثابت ہوتے۔

مسیحی:۔ یوناہ نبی کی کتاب میں اس واقعہ کا پورا سیاق و سباق پڑھنے سے صاف ظاہر ہے کہ یونس نے ایک قصور کیا تھا اور اس گناہ کے بدلے خداوند نے اسے یہ سزا دی تھی مگر مسیح نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا بلکہ تبلیغِ حق کے نتیجہ میں صلیب دی گئی اس لئے نشان میں اس بات کی مشابہت یہاں نہیں ہو سکتی۔ مسیحؑ نے تو محض مثال دی تھی کہ جس طرح یونسؑ تین دن رات مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ اسی طرح ابنِ آدم تین دن رات قبر میں رہے گا۔

احمدی:۔ یونسؑ نبی نے گناہ کیا یا نہیں یہ ایک الگ سوال ہے اس کے متعلق آپ جب چاہیں مجھ سے بات کر لیں۔ یہاں پر تو یونسؑ نبی کا مچھلی کے پیٹ میں داخل ہونے اور تین رات دن وہاں زندہ رہنے اور پھر زندہ ہی باہر نکلنے کی مشابہت کا سوال ہے۔ اگر حضرت مسیحؑ قبر میں زندہ ہی داخل ہوں اور وہاں زندہ ہی رہیں اور پھر زندہ ہی باہر نکلیں تب تو یہ نشان یونسؑ نبی کے نشان سے مشابہ ہو سکتا ہے اور اس طرح سے پورا ہوا نشان تسلیم کر لینے سے حضرت مسیح خدا کے سچے اور پاکباز نبی ٹھہرتے ہیں بصورت دیگر خدا کے مفتری کاذب اور لعنتی ثابت ہوتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔

مسیحی:۔ (ہاتھ جوڑ کر) میں آپ کو کتاب مقدس سے حوالے دے دیکر بار بار کہہ چکا ہوں اب آپ کی سمجھ میں نہیں آسکتا اس لئے اب مجھے معاف فرمائیں۔

احمدی:۔ جناب! معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ نے مجھے نجات کے لئے دعوت دی تھی اس لئے میرے سوالات کا جواب دیں تاکہ میری تسلی ہو۔

مسیحی:۔ (ہاتھ جوڑ کر) میں ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ آپ مجھے معاف فرمائیں۔ کتاب مقدس سے جس قدر جواب دیا جا سکتا تھا میں نے دیدیا۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کر سکتا

احمدی:۔ لاجوابی کو ذرا دوسرے لفظوں میں بھی بیان کر دیجئے۔

مسیحی:۔ (ہاتھ جوڑ کر) مجھے معلوم ہے کہ آپ قادیانی مشن سے تعلق رکھتے ہیں۔ میری دست بستہ گزارش ہے کہ آپ جا سکتے ہیں کیونکہ میں اس سے زیادہ کوئی جواب نہیں دے سکتا۔

اس وقت ساڑھے آٹھ بج چکے تھے۔ اور چونکہ مجھے آٹھ بجے تک ہوسٹل پہنچنا ضروری تھا۔ اس لئے ہم وہاں سے چلے آئے۔ دل چاہتا تھا کہ مسٹر ایلن لوتھر کو ان کی خیالی نجات کی خوشی بھی دور کرتے جائیں تاکہ انہیں حقیقی نجات کا راستہ بھی بتا دیا جاتا۔ لہذا ہوسٹل پہنچ کر ۱۲ کی صبح کو میں نے انہیں ایک خط لکھا

کہ اگر آپ پسند فرمائیں تو میں آپ کی پمفلٹس میں صلیب کے اصل واقعہ پر اناجیل کی روشنی میں بیان دوں۔ اس پر ایمن صاحب نے ۱۳/۲/۶۳ کو ایک خط کے ذریعہ مجھے جواب دیا کہ "آپ کو آئندہ کسی قسم کی بحث کی اجازت نہیں دی جائے گی"۔ اور ساتھ ہی دس بارہ پمفلٹس بھی میرے کمرہ میں (میری عدم موجودگی میں) ڈال گئے۔ میں نے اُسی روز ان کا مطالعہ کر کے ۱۴/۲/۶۳ کو انہیں ایک مفصل چٹھی لکھی جو قارئین کی دلچسپی کے لئے یہاں درج کی جاتی ہے۔

"جناب بھائی ایمن لوتھر صاحب!

السلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

آپ کا خط مورخہ ۱۳/۲/۶۳ اور کچھ پمفلٹس موصول ہوئے۔ آپ کی طرز گفتگو اور تحریر سے یہ واضح ہے کہ آپ لوگوں کو جب اپنی کمزوری کو چھپانے کا اور کوئی راستہ نظر نہیں آتا تو فریق ثانی پر بے بنیاد الزامات اور گالیوں کی بوچھاڑ کرتے ہوئے اُسے خاموش کرنے کا حربہ استعمال کرتے ہیں۔ مگر ہمیں جادلہم بالتی ھی احسن کا حکم ہے۔ اسلئے ہم لوگ ہمیشہ ہی اس تعلیم کو ملحوظ رکھتے ہیں کہ

گالیاں سُن کے دُعا دو پاکے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

میرے محترم بھائی! شریعت مقدم ہے کیونکہ وہ خدا کا کلام ہے۔ اور پولوس رسول کے خطوط ہرگز شریعت پر مقدم نہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح ناصری نے اسرائیلی شریعت کو قائم کیا ہے۔ اُسے منسوخ یا اُس میں کوئی تبدیلی کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ اس لئے اپنے عزیز ترین عقیدہ (یعنی کفارہ) کو اسرائیلی شریعت توریت اور اناجیل کی کسوٹی پر پرکھیں۔ پولوس رسول کے خطوط یا کسی ایک قول کو لے کر کسی صحیح نتیجے پر ہرگز ہرگز نہیں پہنچا جا سکتا۔ اس لئے پرکھ کرتے وقت اس امر کو ضرور ملحوظ رکھیں کہ جس طرح کسی چیز کا صحیح علم حاصل کرنے کے لئے ہمیں اپنے پانچوں حواس (حواس خمسہ) کا بیک وقت سہارا لینا پڑتا ہے۔ اور اُن کے کسی ایک یا دو کے معطل یا زائل ہونے یا پیچھے ڈال دینے سے ہم صحیح نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے۔ اسی طرح واقعہ صلیب کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے پولوس رسول یا انجیل کے کسی ایک قول کو ہی لے کر نہیں بیٹھ جانا چاہیئے۔ بلکہ اس واقعہ سے متعلق توریت اور اناجیل کے جملہ اقوال اور تحریرات کو ملحوظ رکھنا پڑے گا تبھی کسی آخری نتیجہ پر پہنچا جا سکتا ہے۔

اس لئے میں آپ سے باادب گذارش کروں گا کہ آپ صلیب کی اصل حقیقت کو سمجھنے کے لئے بائبل کے حسب ذیل اشارات کو اچھی طرح ملاحظہ فرمائیں اور ان پر دیانت کی خاص گھڑیوں میں سنجیدگی سے غور کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے سینہ کو حقیقت سمجھنے کے لئے کھول دے۔ آمین۔

۱۔ شریعت بنی اسرائیل کے احکامات اور قوانین (جھوٹے نبی کی علامات۔ کوئی کسی کا گناہ نہیں اُٹھا سکتا)
(۱) استثناء ۱۳/۵، ۲۱/۲۲-۲۳، امثال ۱۰/۲۷، ۱۱/۸ (۲) استثناء ۲۴/۱۶، ۲ تواریخ ۲۵/۴، حزقیل ۱۸/۴، ۱۸/۲۰-۲۲

۲۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام شریعت بنی اسرائیل کو قائم کرنے اور اُس پر عمل کرانے آئے تھے نہ کہ اپنے کسی قول یا فعل کے ذریعہ اُس کے کسی حکم کو منسوخ کرنے یا تبدیل کرنے کیلئے (متی ۵/۱۷-۲۰، ۲۳/۲، لوقا ۱۶/۱۷، یعقوب ۲/۱۰-۱۲)

۳۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کا قول اور یونس نبی کا نشان (متی ۱۲/۳۸-۴۰، یوناہ ۱/۱۷، ۲/۱)

۴۔ پیلاطوس کی بیوی کا خواب (متی ۲۷/۱۹)

۵۔ پیلاطوس کی مجبوری (متی ۲۷/۲۴)

۶۔ پیلاطوس کی خفیہ تجویز کہ حضرت مسیح کو سبت سے پہلے دن یعنی جمعہ کے دن بالکل آخر وقت شام صرف تین گھنٹے لٹکانا اور پھر مجوزہ پروگرام کے مطابق جلدی صلیب سے اُتروا لینا اور پنڈلیاں نہ توڑنا اور خاص ادویات کے ہمراہ دفن کرنا (یوحنا ۱۹/۳۱، ۱۹/۳۸-۴۱)

۷۔ یہودیوں کے کہنے پر پیلاطوس کا بھی تندی سے کہنا کہ "تمہارے پاس پہرہ دار ہیں۔ جاؤ۔ جہاں تک تم سے ہو سکے اُس کی (قبر اور لاش کی) حفاظت کرو (متی ۲۷/۶۵)

۸۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے گلہ بان تھے (متی ۱۵/۲۴، ۱۰/۶، یوحنا ۱۰/۱۶)

۹۔ یہ یہود کی قبائل ہندوستان سے لیکر کوش تک پھیلے ہوئے تھے (آستر ۱/۱) ان سبھی بھیڑوں کو پیغام حق پہنچانا ضروری تھا۔

اب اگر حضرت مسیح کو صلیب پر فوت شدہ تسلیم کر لیا جائے تو حضرت مسیح علیہ السلام پر ازروئے بائیبل حسب ذیل اعتراضات لازم آتے ہیں۔

۱۔ حضرت مسیح موسیٰ کی شریعت کے مطابق لعنتی تھے۔ اسلئے سچے نبی نہیں ہو سکتے۔

۲۔ حضرت مسیح نے اپنے اس صلیبی موت کے فعل کے ذریعہ دوسروں کے گناہ اُٹھا کر موسیٰ کی شریعت کی نافرمانی اور بے حرمتی کی۔ اسلئے سچے نبی نہیں ہو سکتے۔

۳۔ حضرت مسیح باوجود وعدہ کے یونس نبی کا نشان نہیں دکھا سکے اس لئے راستباز نہ رہے۔

۴۔ چونکہ وہ بقول نصاریٰ ۳۳ سال کی عمر میں صلیب پہ فوت ہو گئے اس لئے ہندوستان میں بسنے والے یہودی قبائل کو پیغام حق نہ پہنچا سکنے سے بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی گلہ بانی نہیں کر سکے۔ اس لئے سچے نبی نہ رہے۔

لیکن اگر مسیح کا صلیب سے زندہ اُتر آنا اور اس کے بعد لمبی عمر پانا جیسا کہ قرآن بتا رہا ہے تسلیم کر لیا جائے تو ——

۱۔ حضرت مسیح موسیٰ کی شریعت کے مطابق صادق نبی ہیں۔

۲۔ آپ نے موسوی شریعت کو قائم کیا اور سبھی احکام کو قولاً و عملاً ہر لحاظ سے پورا کیا اس لئے راستباز تھے۔

۳۔ آپ کے ذریعہ یونس نبی کا نشان بھی دکھایا جانا ثابت ہو جاتا ہے۔ اسلئے سچے ہیں۔

۴۔ آپ صلیب سے زندہ بچ نکلنے کے بعد یہودیوں کی آنکھوں میں دھول ڈالتے ہوئے ہندوستانی یہودی قبائل اور ان کھوئی ہوئی بھیڑوں کی گلہ بانی کا اپنا پورا کام کرتے ہوئے لمبی عمر پا کر فوت ہوئے اسلئے سچے نبی ہیں۔

میرے محترم بھائی! اب آپ کے سامنے دو راستے ہیں۔ حضرت مسیح ناصریؑ کے متعلق جو راستہ چاہیں اختیار کریں۔

آپ کے پمفلٹس کا میں نے بغور مطالعہ کیا۔ یہاں پر صرف اُس ٹریکٹ کے متعلق جس میں آپ کو اسلامی توحید کے بارہ میں غلطی لگی ہے عرض کروں گا۔ باقیوں کے متعلق پھر کبھی سہی۔ انشاء اللہ

اسلامی توحید

سو واضح ہو کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام سے پہلے انبیاء نے بھی ایک ہی خدا کو پیش کیا مگر آگے چل کر اُن کی قوموں نے اس عقیدہ میں غلو سے کام لیا اور ٹھوکر کھائی۔ کسی نے عزیر کو ابن اللہ کہہ کر دھوکہ کھایا تو کسی نے حضرت مسیح کو اکلوتا بیٹا بنا کر سخت غلطی کی۔

مگر اسلام نے توحید الٰہی کو جس صراحت کے ساتھ پیش کیا ہے اُس میں غلطی اور دھوکے کا کوئی امکان نہیں رہا۔ سورۂ اخلاص میں مسئلہ باطلہ کا بطلان اور ابن اللہ کی خطرناک غلطی کا قلع قمع کر کے ایک بے نیاز خدا کو پیش کیا۔ اور روز روز کی دانتا کل کل کو ختم کر دیا ہے۔ باقی ادیان ماسوا اسلام اور باقی نجات کا دعوے کرنے والی کتب ماسوا قرآن اس قسم کی کھلی کھلی واضح توحید پیش نہیں کر سکتیں اس کا ثبوت یہ ہے کہ اسلام کے سوا تمام اقوام اپنی اصل تعلیم سے بہت دور چلی گئیں اور مشرک اور مغضوب اور ضالین بنیں۔ جیسے یہود اور نصاریٰ۔ اسلئے اسلامی توحید بلاشبہ بے مثال ہے۔

آپکے پمفلٹ نجات کی طرف توجہ دیتے ہیں مگر وہ نجات محض زبانی اور خیالی نجات ہے حقیقی نجات نہیں۔ وہ نہ عقل کی تمازت پر پوری اُترتی اور نہ دلائل کی کسوٹی پر کھری اور آپ جیسے بائیبل کے ودوان جو اُس خیالی نجات کی خوشخبری دیتے ہیں ۱۰/۲/۶۳ کے اتوار کی میٹنگ میں سائل و تماشائی رہے آپ نے خاص طور پر دن میں ہاتھ جوڑے کی جا اُن کی پوری پوری تسلی کر لیتے۔ وہ نجات ہی کیا ہے جو سائل کی تسلی نہ کر سکے۔ اصل بات یہ ہے کہ حق حق ہے اور باطل باطل۔ حق کے سامنے باطل آخر گھٹنے ٹیک ہی دیتا ہے۔

آپ تو ہمیں نجات کا راستہ نہیں بتا سکے آئیے ہم آپ کو حقیقی نجات کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ کفارہ نے مسیحیوں کو گناہ کرنے میں خوب دلیر بنا دیا ہے۔ جب اپنی کوشش سے گناہ معاف ہی نہیں ہو سکتے تو کوشش کس بات کے لئے کی جائے گی؟ باگ کھلی چھوڑ دی گئی۔ دروازہ کھلا کر دیا گیا جو چاہو کرو۔ نجات تو مل ہی جائے گی۔ استغفر اللہ من کل ذنب و اتوب الیہ۔

یاد رہے! یہ قطعی اور یقینی ہے کہ انسان گنہگار اور گھاٹے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو تنگ اور سکڑے دروازے سے گذر جاتے ہیں۔ یہ تنگ اور سکڑا دروازہ کون سا ہے؟ یہ بتانے سے پہلے اُس دروازے کی چوکھٹ کی چاروں حدود کا مختصر تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

اوّل: یہ کہ انسان اللہ کی ذات پر ایمان لائے۔ اور اس کی وحدانیت کو تسلیم کرے اور ہر قسم کے شرک سے چاہے وہ شرک خفی ہی کیوں نہ ہو نفرت کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کو رب العالمین یعنی تمام جہانوں اور تمام زمانوں اور تمام اقوام کا چاہے وہ بنو اسحاق ہوں یا بنو اسمٰعیل۔ کالے یا گورے اسود ہوں یا احمر۔ مشرقی ہوں یا مغربی عربی ہوں یا عجمی سبھی کا مادی طور پر بھی اور روحانی طور پر بھی رب تسلیم کرے۔ اسے رحمان اور رحیم اور نیز روز جزا و سزا کا مالک سمجھے۔ اُسے تمام قوتوں اور قدرتوں اور صفات کا مالک سمجھے۔ اور بیشمار افضال۔ برکات اور اموال و نعماء اور علوم و فنون کا منبع اُسی کو جانے اور اُس کی رحمت کو تمام صفات پر حاوی سمجھے۔

اللہ تعالیٰ کے بعد اس کے بھیجے ہوئے مامور من اللہ امام وقت اور اس کے پہلے کے تمام انبیاء و مرسلین پر صدق دل سے ایمان لائے۔ اور اپنے تن من دھن سے ان کی عزت و عظمت قائم کرے اور ان سے خدا کے سوا باقی سب چیزوں سے بڑھ کر محبت رکھے۔ اور اس کے لئے اپنے سینہ میں غیرت و جوش رکھے۔ یہ ہوئی اُس تنگ اور سکڑے دروازے کی پہلی حد۔

اور یہ امر واضح ہے کہ محض ایمان لے آنا کوئی چیز نہیں۔ جبتک کہ ایمان کا ثبوت اپنے نیک اعمال سے نہ دیا جائے اعمال صالحہ کے بغیر فقط ایمان ایک مردہ لاش کی طرح ہے جو نسل انسانی کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ مناسب موقعہ مناسب محل پر

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

اسلام میں جنگ کا آغاز کیونکر ہوا

از مکرم یعقوب امجد صاحب پروفیسر السنہ شرقیہ لاہور

سنہ ہجری میں حضرت سلمان فارسیؓ مشرف باسلام ہوئے۔ اسی سال اذان کا طریقہ جاری ہوا۔ اور اسی سال عبداللہ بن سلامؓ جو یہود کے نامور علمائے دین میں سے تھے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ اسی سال آپ نے یہود اور مسلمانوں کے درمیان ایک معاہدہ تحریر فرمایا اور مدینہ منورہ میں ایک جمہوری نظام حکومت جاری فرمایا۔ اس معاہدہ میں مندرجہ ذیل امور کو خصوصاً مدِنظر رکھا گیا:-

۱۔ اس معاہدے میں مدینہ کے شہری یعنی یہودی عیسائی اور مسلمان برابر کے شریک ہوں گے۔

۲۔ یہ سب گروہ سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے ایک گروہ متصور ہوں گے

۳۔ مذہبی اعتبار سے ہر کوئی آزاد ہوگا اور اس کا فیصلہ اس کے مذہب کے اصول پر کیا جائے گا۔

۴۔ معاہدہ میں شامل ہونے والا کوئی گروہ اپنے اپنے مذہب کے مطابق خونبہا کی مقررکردہ حدود میں ترمیم کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔

۵۔ کوئی مسلمان کسی مسلمان کے مظلوم موالی کے مقابلہ میں اپنے موالی کی بے جا حمایت نہیں کرے گا۔

۶۔ مسلمان اور یہود دونوں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ جب بھی کوئی بیرونی طاقت مدینے پر حملہ آور ہوگی

۷۔ یہود کے اخراجاتِ جنگ یہود ادا کریں گے اور مسلمانوں کے مصارفِ جنگ مسلمان ہی برداشت کریں گے

۸۔ مسلمان اور یہود باہمی تنازعات اور اختلافات کے فیصلہ کے لئے خدا کے رسول یعنی محمد (صلعم) کے سامنے پیش ہوں گے

۹۔ مسلمان اور یہود آپس میں خلوص اور خیرخواہی کی راہ پر عمل کریں گے

۱۰۔ مسلمانوں اور یہودیوں کو سیاسی زندگی میں برابر کے حقوق حاصل ہوں گے مگر شہری مملکت کے ناظمِ اعلےٰ یعنی صدر جمہوریت محمد (رسول اللہ صلعم) ہوں گے جن کا فیصلہ حرفِ آخر اور قطعی ہوگا۔

۱۱۔ فریقین مدینہ میں خونریزی کے مرتکب نہیں ہوں گے۔

۱۲۔ بیرونی طاقت سے صلح یا جنگ میں دونوں برابر کے شریک ہوں گے

یہ وہ یادگارِ زمانہ معاہدہ ہے جس کی مثال پیش کرنے سے آج کی مہذب کہلانے والی اقوام بھی قاصر ہیں۔ اسے تاریخ اسلام میں "میثاقِ مدینہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس تاریخی معاہدہ سے یہ بات روشن ہے کہ مدینہ پہنچ کر بھی مسلمان خود کو کفارِ مکہ سے محفوظ نہ سمجھتے تھے۔ آنحضرت صلعم کو خیال تھا کہ قریش کی فتنہ انگیزیاں اور شرپسندیاں ابھی کچھ دیر اور جاری رہیں گی کیونکہ آنحضرتؐ کا ان کے نرغے سے بچ نکلنا ان کے سینے پر سانپ بن کر لوٹ رہا تھا اور وہ شب و روز اسی فکر میں رہتے کہ کسی طرح بن آئے تو وہ اسلام اور بانیٔ اسلام کا نام (نعوذ باللہ من ذالکم) صفحۂ ہستی سے مٹا دیں۔

قریشِ مکہ اسلام اور بانیٔ اسلام کے جانی دشمن تھے۔ مکے میں بھی انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور اب پھر انہوں نے سازشوں کا جال پھیلا دیا۔ چونکہ ہجرت کے بعد اسلام کی ترقی دشمنانِ اسلام کے لئے ایک ناقابلِ برداشت صدمہ تھا اس لئے وہ مسلمانوں کے خون کے پیاسے بن کر شب و روز ان منصوبہ بندیوں میں گذارنے لگے کہ ہو سکے تو اس چراغِ ایزد افروز کو کسی طرح گل کر سکیں۔ شاید اس طرح ہماری تیرہ بختیوں کے بجھتے ہوئے چراغ پھر ٹمٹمانے لگیں۔ قریشِ مکہ کی یہ انتہائی خواہش تھی کہ مدینہ کی نوزائیدہ مملکت کے آثار ابھرنے نہ پائیں کہ انہیں دبا دیا جائے۔ رسولِ اقدسؐ کو قریش کے ان ناپاک ارادوں کا پتہ چلا تو آپؐ نے بھی صحابہ کو بلا کر انہیں خطاب فرمایا اور ان کی جنگی تربیت اور مدینے کے دفاع کا انتظام کرنا شروع کیا۔ ادھر کفارِ مکہ نے مدینہ کے یہود اور ان کے سرداروں میں سے عبداللہ بن ابی بن سلول کو جو نام کو تو مسلمان تھا مگر اپنے خبثِ باطن کی وجہ سے مخالف تھا، پیغام بھیجا کہ تم نے ہمارے دشمنوں یعنی مسلمانوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ یا تو تم محمد (صلعم) کو قتل کروا دو۔ یا انہیں مدینے سے شہر بدر کر دو۔ ورنہ ہم مدینے پر حملہ کر کے تمہیں بھی ساتھ ہی نیست و نابود کر دیں گے۔ اس سازش کا آنحضرت صلعم کو بھی کسی طرح پتہ چل گیا۔ اس لئے کفارِ مکہ اپنے اس منصوبے میں بھی ناکام رہے۔

اب اہلِ مکہ اس موقعہ کی تلاش میں تھے کہ کوئی عذر لنگ ہاتھ لگے تو ہم مدینہ پر حملہ آور ہوں۔

انہی ایام میں قبیلہ اوس کے ایک سردار سعد بن معاذ، عمرہ کے لئے مکہ گئے اور مکہ میں اپنے ایک قریشی دوست امیہ بن خلف کے ہاں بطور مہمان اترے۔ قریش کے بعض افراد نے اس سردار کو طعنہ دیا کہ تم نے ہمارے دشمنوں کو مدینے میں پناہ دے رکھی ہے اگر تم امیہ کے ہاں مہمان کے طور سے نہ آئے ہوتے تو یقیناً تم زندہ واپس نہ جاتے۔ ان باتوں کے دوران سعد بن معاذ نے کہا اگر تم لوگوں نے ہم کو طوافِ کعبہ سے روکا تو ہم تمہارا شام کا تجارتی راستہ بند کر دیں گے۔ ان دنوں مکہ کے تمام تجارتی قافلے مدینہ سے ہو کر شام جایا کرتے تھے۔

مکہ سے براستہ مدینہ شام کو جانے والی اس تجارتی شاہراہ کے آس پاس کچھ یہودی قبائل آباد تھے۔ مسلمانوں نے کفارِ مکہ کی شرانگیزیوں سے بچنے کے لئے ان مضافاتی قبائل سے بھی معاہدات کا سلسلہ جوڑ رکھا تھا۔ ان قبائل میں بنو زرعہ، بنو حمزہ، بنو جہینہ اور بنو مزینہ کے نام خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

کفارِ مکہ کے تجارتی قافلوں نے آتے جاتے ایک دفعہ مدینہ کی ایک چراگاہ پر حملہ کیا اور مسلمانوں کے مویشی ہانک کر لے گئے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور اپنے مویشی واپس لانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد رسولِ خدا صلعم نے قریش کے قافلوں کے احتساب کے احکام صادر فرمائے۔

قریشِ مکہ کی خوشحالی کا دارومدار چونکہ شام کی تجارت پر ہی تھا اس لئے ان کو مسلمانوں کا بڑھتا ہوا اقتدار کھٹکنے لگا۔ چنانچہ اب انہوں نے مصمم ارادہ کیا کہ وہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو ختم کر کے ہی دم لیں گے۔

انہی دنوں مکہ والوں نے اپنا ایک تجارتی قافلہ جو تقریباً ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا مکہ کے مشہور سردار ابوسفیان کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ یہ قافلہ شام سے واپس براستہ مدینہ جا رہا تھا کہ ابوسفیان نے پہلے سے سوچی سمجھی سازش کے مطابق مکہ میں پیغام بھیجا کہ ہمیں اہلِ مدینہ سے خطرہ ہے کہ وہ ہمارے اس عظیم تجارتی قافلے کو لوٹ نہ لیں یا کسی دوسری طرح کا نقصان نہ پہنچائیں۔ چنانچہ ابوسفیان کی اس بے بنیاد اور سراسر غلط اطلاع پر ابوجہل (جس کا اصلی نام عمرو بن ہشام تھا) کی نگرانی میں کفارِ مکہ کا ایک ہزار کا لشکر جو فوقتاً بن تھا اور ہر طرح کے آلاتِ جنگ سے مسلح تھا مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے مدینہ کے قریب آ پہنچا۔ رسول اللہ صلعم کو اس لشکر کی آمد کا پتہ چلا تو آپ نے اپنے صحابہ کو اکٹھا کیا اور مدینہ کا دفاع کرنے کی تجویز فرمائی۔ آخر فیصلہ ہوا کہ مدینہ سے باہر نکل کر اس لشکر کا مقابلہ کیا جائے چنانچہ بدر کے مقام پر کفارِ مکہ اور مسلمانوں کے درمیان ایک فیصلہ کن جنگ لڑی گئی جس میں باوجود مادی اسباب کے فقدان کے مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی اور باطل ہزیمت خوردہ ہوا!

اس تفصیل کے بعد اب ناظرین خود فیصلہ فرمائیں کہ کیا اسلام میں جنگ کا آغاز جارحانہ طور سے ہوا یا مدافعانہ رنگ میں؟ تمام مورخینِ اسلام اور تمام وہ مورخین جو اگرچہ مسلمان تو نہیں مگر قدرت نے انہیں حق بات کہنے کی جرأت بخشی ہے اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام کی تمام تر جنگیں صرف دفاعی جنگوں کا حکم رکھتی تھیں۔ مگر دورِ حاضر کے بعض شعلہ بیان مقرر اور قصہ گو علماء بڑے فخر سے اس بات کو پیش کرتے ہیں کہ مجاہدین کے ہاتھوں میں ایک طرف تلوار اور دوسری طرف قرآن ہوتا تھا۔ اگر اپنے ہی اس اندازِ تخاطب کو اختیار کریں گے تو بھلا بیگانے کیا کچھ نہ کہیں گے گویا بقول ان لوگوں کے اسلام میں زورِ شمشیر داخل کیا گیا ہے اور کلمہ بجبر و اکراہ پڑھایا گیا۔ کتنا صریح بہتان ہے اسلام پر اور حقائق سے بیگانگی کا کتنا بڑا ثبوت ہے۔!

دورِ حاضر میں بعض لوگوں نے اسلامی تاریخ کو ناول کا رنگ دے کر تاریخ کے حقائق کو جس طرح مسخ کر دیا ہے وہ بھی یقیناً ناقابلِ برداشت ہے۔ کیا ہمارے اسلاف فی الواقع انہی رومانی میں جنگیں لڑا کرتے تھے جن کو ان ناولوں کے گندے کرداروں سے پیش کیا گیا ہے۔ بھلا وہ فاقہ مستوں اور اصحابِ صفہ کی جماعت جو مہینوں بھوک پیاس کی شدت برداشت کرتی اور بچار پیٹ پر پتھر باندھ کر گزارہ کرتی تھی۔ انہیں یا ان کے وارثوں کو اتنی فرصت کہاں کہ وہ ان رومانوں میں اپنے وقت کو گنوائیں۔ جنہیں نام نہاد اسلامی ناولوں میں پیش کیا جاتا ہے۔

کیا ناول نگاری کے لئے کوئی دوسرا میدان خالی نہ رہا تھا کہ انہوں نے اسلام کو ہی اپنے تیرِ ستم کا نشانہ بنایا۔ برصغیر پاک و ہند کے ان ناول نویسوں کو اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہیئے کہ آج اگر وہ اپنے ناولوں کی کمائی سے اپنے دوزخِ شکم کو پُر کرنے کا سامان بہم کر رہے ہیں تو کل کو مالکِ کل اور قادرِ مطلق کے حضور انہیں یقیناً جواب دینا ہوگا۔

ضرورت ہے کہ ہمارے اہلِ قلم اس بُری روش کے خلاف مسلسل جہاد کریں تاکہ آنے والی نسلیں کے سامنے ہمارے اسلاف کے کارنامے محض رومانی داستانیں بن کر نہ رہ جائیں۔

تقریب عید پر مظفرپور اور چین پور میں دو جلسے

مظفرپور | عید الفطر کے دوسرے روز حسب معمول محترمی ڈاکٹر سید منصور احمد صاحب ایم بی بی ایس نے ہندو، سکھ اور مسلمان معززین شہر کو دعوت طعام دی۔ ڈیڑھ صد کے قریب معززین مدعو تھے۔ کھانے سے قبل محترم ڈاکٹر صاحب موصوف کی خواہش کے مطابق خاکسار نے نصف گھنٹہ تک تقریر کی۔ جس میں الحمد للہ رب العٰلمین الرحمٰن الرحیم مٰلک یوم الدین کی تشریح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بیان فرمودہ چاروں صفات پر روشنی ڈالی اور حدیث النبی صلے اللہ علیہ وسلم تخلقوا باخلاق اللہ کو پیش کر کے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں سے توضیحاً چند مثالیں پیش کیں اور گیتا کے بعض ایسے شلوک پیش کئے گئے۔ جن میں اخلاقی تعلیم کو پیش کیا گیا ہے آخر میں قادیان اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعارف کرایا۔ اور بتایا کہ اس زمانہ میں اخلاقی اور روحانی تعلیمات کو از سر نو دنیا میں زندہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو مبعوث فرمایا ہے۔ اور آپ کی پراثر آواز آج اکناف عالم میں پھیل گئی۔ اور پھیل رہی ہے۔ سامعین کرام توجہ اور انہماک سے تقریر سنتے رہے اور اچھا اثر لیا۔ اس کے بعد سب نے مل کر کھانا تناول فرمایا۔ اور یہ تقریب اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئی۔

چین پور | عید الفطر کے تیسرے روز محترم خلیل احمد صاحب نے چین پور میں جلسہ سیرت النبیؐ کا اہتمام کیا۔ آپ اس بستی میں تنہا احمدی ہیں۔ ہم لوگ بذریعہ رکشا وقت سے کچھ پہلے یہاں پہنچ گئے تھے۔ بعد نماز مغرب اجلاس منعقد ہوا۔ بعض مقامی علماء نے بھی شرکت کی۔ دو صد افراد پر مشتمل مجمع ہو گیا۔ مستورات نے بھی کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔ خاکسار نے رحمۃ للعالمین کے موضوع پر تقریر کی آخر میں اس چودھویں صدی میں قرآن کریم اور احادیث کے بیان فرمودہ بیشمار ظاہر ہونے والے نشانات کو بالوضاحت بیان کیا۔ سورۂ تکویر کے نشانات کے علاوہ دجال اور یاجوج و ماجوج کی تشریح پیش کی۔ دلچسپی سے تقریر سنی گئی۔ آخر میں صدارتی تقریر میں چین پور کے مدرسہ دینیات کے معلم اعلیٰ محترم مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحب نے تقریر کی بہت تعریف کی اور بتایا کہ ایسی تقریر کے لئے بہت بڑے اجتماع کی ضرورت تھی تاکہ زیادہ لوگ استفادہ کرتے آپ نے احمدیہ لٹریچر بھی بغرض مطالعہ لیا۔ محترم خلیل احمد صاحب نے بعض محتاجوں کو کھانا کھلایا۔ بعد دعا اجلاس ختم ہوا۔ اور حاضرین میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔ اس اجلاس کے اخراجات محترم ڈاکٹر صاحب موصوف نے برداشت کئے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

چین پور، مظفرپور سے چھ میل جانب جنوب ہے۔ احباب کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آئندہ تحریکات کے ذریعہ اس علاقہ کے لوگوں کو قبول احمدیت کی سعادت بخشے۔ اور ڈاکٹر صاحب موصوف کا اور ان کے اہل و عیال کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

ہندوستان پر اسلام کا اثر

بقیہ صفحہ ۶

نسل، رنگ، قومیت اور مذہب کے ہاتھوں مختلف ٹکڑوں میں بٹی ہوئی دنیا کو آج بھی رسول کریم کی اس تعلیم کی ضرورت ہے کہ تمام انسانوں کو برابری کے حقوق اور مواقع حاصل ہونے چاہئیں رسول کریم کے اس پیغام کو ہمارے ملک کے دستور اساسی میں جگہ دی گئی ہے۔

(پیغمبر اسلام مصنفہ غلام عباس)

اسی طرح ذات پات کی برائی کے بارہ میں شری جواہر لعل نہرو نے آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اجلاس منعقدہ شکلا نگر میں ۳۰ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

"لوگ اس امر کو بھول جاتے ہیں۔ کہ ذات پات کا امتیاز سوشلزم کے لئے ایک مہلک دشمن کی حیثیت رکھتا ہے۔ سوشلزم میں سب کے لئے مساوات ہے۔ مگر ہم ذات پات کے نظام کے جال میں الجھ کر رہ گئے ہیں۔ اور یہ نظام ہماری سیاسیات میں بھی تباہی لایا ہے"

("ہندو" مدراس ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۸ء)

(باقی آئندہ)

جلسہ تقسیم انعامات

مدرسہ تعلیم الاسلام و مدرسہ احمدیہ قادیان

قادیان - ۱۴ مارچ - بعد نماز عصر مدرسہ تعلیم الاسلام کے صحن میں مدرسہ تعلیم الاسلام و مدرسہ احمدیہ قادیان کا سالانہ جلسہ تقسیم انعامات منعقد ہوا۔ جلسہ کی کارروائی چار بجے شام جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی اے ناظر امور عامہ قادیان کی صدارت اور حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت کی موجودگی میں قرآن کریم کی تلاوت سے شروع ہوئی جو عبد الکریم ملکانہ متعلم مدرسہ احمدیہ نے کی اس کے بعد شبیر احمد متعلم مدرسہ احمدیہ نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کی نظم "نونہالان جماعت مجھے کچھ کہنا ہے" کے چند اشعار خوش الحانی سے سنائے۔ بعد ازاں مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ نے رپورٹ سالانہ مدرسہ احمدیہ سنائی۔ رپورٹ پیش کرتے ہوئے بیان کیا کہ اس مدرسہ کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی تھی۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس مدرسہ کے فارغ التحصیل طلباء غیر ممالک میں فریضۂ تبلیغ انجام دے رہے ہیں

تقسیم ملک کے بعد اس مدرسہ کا قیام نئے سرے سے عمل میں لایا گیا۔ اور بھارت کے مختلف صوبوں کے ۲۵ کے قریب طلباء اس وقت مدرسہ احمدیہ میں پڑھ رہے ہیں جن میں سے دو کے سوا باقی سب کو صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے وظائف دئے جاتے ہیں۔ اس مدرسہ کے طلباء پنجاب یونیورسٹی کے امتحان مولوی فاضل میں شامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ملک کی تقسیم کے بعد ایک درجن کے قریب طلباء مولوی فاضل پاس کر کے سند حاصل کر چکے ہیں اور سلسلہ کے مختلف کام سرانجام دے رہے ہیں۔ مدرسہ کے ساتھ حافظ کلاس بھی جاری ہے جس میں قرآن مجید حفظ کرایا جاتا ہے۔ اور ایک بورڈنگ بھی ہے جس میں بیرونجات کے طلباء رہائش رکھتے ہیں۔ انکی تعلیم و تربیت کا خاطر خواہ انتظام ہے۔

اس کے بعد گیانی بشیر احمد صاحب ناصر بی اے ہیڈ ماسٹر نے مدرسہ تعلیم الاسلام کی رپورٹ پیش کی جس میں آپ نے بتایا کہ اس اسکول کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اپنے ہاتھوں سے رکھی تھی۔ اور تقسیم ملک سے قبل سکول میں ڈیڑھ ہزار سے بھی زائد طلباء اس میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ تقسیم کے بعد اس کا قیام نئے سرے سے عمل میں آیا۔ آپ نے سکول کے سالانہ نتائج امتحان بیان کرتے ہوئے بتایا کہ گذشتہ دو سالوں سے جماعت ہشتم کے جو طلباء سرکاری محکمہ تعلیم کے بورڈ کے امتحان میں شامل ہوتے ہیں سو فیصدی کامیاب ہوتے رہے ہیں اور گذشتہ سالانہ امتحان کا نتیجہ مجموعی طور پر ۹۲ فیصدی رہا۔ سکول کے دو حصوں پرائمری اور مڈل کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے بیان کیا کہ پرائمری حصہ کی مستقل سرکاری منظوری مل چکی ہے جبکہ آئندہ مڈل حصہ کی منظوری کی کوشش کی جائے گی۔ اسی سلسلہ میں انہوں نے جناب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز کے معائنہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ کس طرح انہوں نے عملہ اور طلباء کے ڈسپلن - حاضری، تعلیم اور صفائی وغیرہ کے متعلق نہایت خوشکن اور حوصلہ افزا ریمارکس سکول کی لاگ بک میں تحریر فرمائے۔

رپورٹ کے آخر میں آپ نے سکول کے فرنیچر کی کمی، موجودہ عمارت کے ناکافی ہونے اور بعض دیگر مشکلات کا بھی ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب ضرورتوں کے پورا کرنے کے سامان فرمائے۔ اور پیش آمدہ مشکلات کو اپنے فضل سے دور فرمائے۔ آمین۔

تقسیم انعامات

اس کے بعد جناب صدر جلسہ نے ہر دو درسگاہوں کے گذشتہ سالانہ امتحان میں میزان و دینیات میں اول و دوم آنے والے طلباء کو انعامات تقسیم فرمائے۔ یہاں یہ امر بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کے انعامات حاصل کرنے والوں میں چند غیر مسلم طلباء بھی شامل تھے

صدارتی تقریر

اس کے بعد صاحب صدر نے اپنا تحریری مضمون گیانی بشیر احمد صاحب ناصر ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام سکول کو سنانے کے لئے دیا کیونکہ وہ خود بوجہ بیماری سنانے سے معذور تھے۔ اس میں آپ نے انعامات حاصل کرنے والوں کو مبارکباد دی اور وہ جو انعام حاصل نہیں کر سکے تھے انہیں امیر تیمور کے کڑی کے واقعہ سے نصیحت حاصل کر کے محنت کرنے کے لئے تلقین فرمائی۔ اور بتایا کہ گو آجکل مدرسہ طلباء کی کمی ہے مگر بڑے بڑے اداروں نے اور شخصیتوں نے ادنیٰ حالت سے ہی اعلیٰ پوزیشن حاصل کی ہے۔ اس ضمن میں آپ نے نپولین، ہٹلر اور مسولینی کی مثالیں بھی دیں اور آخر میں طلباء کو اپنے اپنے مدرسوں کی شاندار روایات کو برقرار رکھنے کی تلقین کی۔

محترم صاحبزادہ صاحب کا پرمغز خطاب

آخر میں مکرم جناب صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب

(باقی کالم ۲ پر)

نے ایک پرمغز تقریر فرمائی جس میں آپ نے طلباء کے والدین و اساتذہ کو صحیح رنگ میں کام کرنے اور طلباء کی تربیت کرنے کی طرف رہنمائی فرمائی۔ اور طلباء کو محنت کی تلقین کی۔ اور صدر انجمن کی موجودہ حالت کے ماتحت کارکنان کو مہیا کردہ سامانوں سے زیادہ سے فائدہ حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی اور اس امر پر خوشنودی کا اظہار فرمایا کہ مدرسہ کے

(بقیہ حاشیہ پر)

اساتذہ سکول کے مقررہ اوقات کے علاوہ بھی طلباء کی تعلیم میں حصہ لیتے رہتے ہیں۔ آخر میں محترم صاحبزادہ صاحب نے اجتماعی دعا کرائی اور تقریباً چھ بجے شام یہ تقریب ختم ہوئی۔

مسیحی منادوں کے نام ایک کھلی چٹھی

(بقیہ صفحہ ۸)

عمل صالح ہے: اس کی مزید تشریح میں نہ جاتے ہوئے اقبال مرحوم کے متعلق ایک شعر لکھ کر آگے چلتا ہوں سہ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اس طرح اعمال صالح کے آب حیات سے ایمان کے پودے کی آبپاشی کرتے رہنا اس تنگ دروازے کی دوسری حد ہے۔

تیسری حد اس تنگ دروازے کی یہ ہے کہ اعمال صالحہ کے بعد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے پیغام کو یعنی اس نعمت کو جو اسے دی گئی ہے باقی لوگوں تک پہنچائے اور اس فریضہ کی انجام دہی میں اپنے اموال اور اپنے نفوس کے ذریعہ پوری پوری جدوجہد کرے اور اس جدوجہد میں بلاشبہ کئی روکیں پیش آئیں گی۔ نئی قسم کی آزمائشوں میں سے ہو کر گذرنا پڑے گا اور یہ ایک الٰہی سنت ہے کہ ایسے مجاہدین کو لازمی طور پر ان آزمائشوں میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ کبھی ان مجاہدین کو بھوک اور تنگ رزق کی کا دشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے کبھی ان کے اموال اور نفوس تباہ و برباد ہو جاتے یا کر دیئے جاتے ہیں۔ کبھی ان کی اولادیں ذبح کر دی جاتی ہیں۔ کبھی ان کی فصلیں باغات اور جائیدادیں شاد ہوتی ہیں یا کر دی جاتی ہیں۔ مگر یہ مرد مجاہد مضبوط چٹان کی طرح ابتلاؤں کے وقت ثابت قدمی کا عمدہ نمونہ پیش کرتے ہیں۔ کہ جن سے عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں اور یہ اس تنگ اور سکڑے دروازے کی چوکھٹ کی چوتھی حد ہے۔ قرآن مجید میں اس دروازے کا ان الفاظ میں ذکر ہوا ہے۔ والعصر۔ ان الانسان لفی خسر۔ الا الذین آمنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر (سورہ العصر ۲-۱ سالعصر) یعنی قسم ہے زمانے کی کہ یقیناً انسان ضرور گھاٹے میں ہے۔ سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اور ایک دوسرے کو نصیحت کی حق قبول کرنے کی۔ ایک دوسرے کو نصیحت کی صبر کی۔ اس کی مختصر سی تشریح ہم اوپر کر آئے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ چاروں حدود اتنی تنگ ہیں کہ ایک زید انسان ان میں سے نہیں گذر سکتا۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے اسی تنگ دروازے سے داخل ہونے کے لئے کہا ہے۔ لیکن اس سے داخل ہونے والے بہت کم ہیں۔ کیونکہ وہ دروازہ نجات کا ہے اور وہ راستہ تنگ ہے جو زندگی کو پہنچاتا ہے اور اس کو پانے والے تھوڑے ہیں۔ (متی ۷/۱۳-۱۴) یقیناً وہ دروازہ اور راستہ اسلام کا ہے۔ جو باوجود ایک پہلے سے تنگ نظر آنے کے بڑا کشادہ ہے اور جس کے بارے میں مامور وقت مسیح زماں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اسی دروازہ (اسلام) کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"اسلام کیا چیز ہے؟ وہی جلتی ہوئی آگ جو ہماری سفلی زندگی کو بھسم کر کے ہمارے باطل معبودوں کو جلا کر پاک معبود کے آگے ہماری جان اور ہمارے مال اور ہماری آبرو کی قربانی پیش کرتی ہے۔ ایسے چشمہ میں داخل ہو کر ایک نئی زندگی کا پانی پیتے ہیں اور ہماری تمام روحانی قوتیں خدا سے پیوند پکڑتی ہیں۔ جیسے کہ ایک رشتہ دوسرے رشتہ سے پیوند کیا جاتا ہے۔ بجلی کی طرح ایک آگ ہمارے اندر سے نکلتی ہے۔ اور ایک آگ اوپر سے ہم پر اترتی ہے ان دونوں شعلوں کے ملنے سے ہماری تمام ہوا و ہوس اور غیر اللہ کی محبت بھسم ہو جاتی ہے۔ اور ہم اپنی پہلی زندگی سے مر جاتے ہیں۔ اس حالت کا نام قرآن شریف کی رو سے اسلام ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ...)

میرے محترم ایمن!! کفارہ کا راستہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ جہاں گناہ کے لئے کھلی چھٹی ہے اور اعمال کا خانہ بالکل خالی ہے۔ دوسرا راستہ اسلام کا ہے جہاں آمنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر کی تبعید انسان کو کمال تک پہنچاتی ہیں۔ اب آپ سوچ لیں کہ حضرت مسیح ناصری نے کون سے تنگ دروازہ سے داخل ہونے کے لئے کہا ہے خط لمبا ہو گیا ہے۔ نجات کے متعلق یہ چند سطور تحریر میں لانے کے بعد آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ آپ اس بارہ میں مکمل واقفیت اور پوری تسلی کے لئے ہمارے پاس حسب ذیل پتہ پر ضرور تشریف لائیں ۲/۲۴ سے لیکر ۳/۲۲ تک میں جالندھر میں نہیں بلکہ قادیان میں ہوں گا۔ لہٰذا ۲/۲۴ سے پہلے ۳/۲۲ کے بعد جب آپ چاہیں خوشی سے تشریف لائیں۔ اور آپ ضرور بالضرور تشریف لائیں میری طرف سے پُر اصرار دعوت ہے۔ امید ہے کہ ضرور قبول فرمائیں گے۔ آنے سے قبل پتہ نمبر ۱ پر ایک دن پہلے اطلاع ضرور دے دیں تاکہ میں وہاں پہنچ سکوں۔

فقط خاکسار

پتہ نمبر ۱ سید شجاعت علی صاحب ... | پتہ نمبر ۲ سید شجاعت علی و شیخ محمد لطیف صاحب درگاہ شریف قادری نزد برف خانہ گوورنمنٹ ٹریننگ کالج جالندھر

۱۹۶۲-۶۳ء کا مالی سال ختم ہو رہا ہے

احباب و عہدیداران جماعت کی خاص توجہ کیلئے

صدر انجمن احمدیہ قادیان کا موجودہ مالی سال ختم ہونے میں اب ڈیڑھ ماہ کا عرصہ باقی رہ گیا ہے۔ اس لئے احباب جماعت کو چاہیئے کہ وہ اپنے ذمہ کے جملہ چندہ جات کی سو فی صدی ادائیگی کی طرف فوری طور پر متوجہ ہوں۔ اور عہدیداران مال کا فرض ہے کہ وہ تمام وصول شدہ چندوں کی رقم ۲۵ر اپریل سے قبل ہی مرکز بھجوا دیں۔ تاکہ آخر اپریل تک خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں داخل ہو کر متعلقہ جماعتوں کے حساب میں محسوب ہو سکیں۔ اگر کوئی رقم ۳۰ر اپریل تک داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ نہ ہو سکی تو وہ اگلے سال میں محسوب ہوگی۔ اور جماعت کے ذمہ اس سال کا بقایا رہ جائے گا۔

اس عرصہ میں چندہ جات کی وصولی کے لئے غیر معمولی کوشش اور جد و جہد درکار ہے کیونکہ ابھی تک بہت سی جماعتوں کا بجٹ لازمی چندہ جات پورا نہیں ہوا۔ جماعتوں میں اخلاص اور قربانی کی روح پیدا کرنے میں مقامی عہدیداران کا بھی بہت دخل ہے۔ عہدیداران خود اپنا عملی نمونہ پیش کریں اور موثر رنگ میں دوستوں کو تحریک فرمائیں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے وصولی چندہ جات کی پوزیشن کافی بہتر ہو سکتی ہے۔ پس جن عہدیداران نے سال کے دوران میں پوری توجہ اور کوشش سے کام نہیں کیا ان کو چاہیئے کہ اب اس کی تلافی کریں۔ اور جن عہدیداران نے سال بھر شوق اور محنت سے کام کیا ہے وہ اس مہینے میں مزید جد و جہد کر کے زیادہ ثواب کمائیں اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں بجٹ کو پورا کرنے کے متعلق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مندرجہ ذیل ارشاد احباب جماعت کی خاص توجہ اور عملی کوشش کا متقاضی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:-

"میں ایسے چندہ کا قائل نہیں کہ وعدہ (بجٹ) تو لکھوا دیا اور پھر خط و کتابت ہو رہی ہو۔ یاد دہانیاں کرائی جا رہی ہوں اخباروں میں اعلانات ہو رہے ہوں اور وعدہ کرنے والا پھر بھی خاموش بیٹھا ہے" "تمہارا چندہ ادا کرنا تمہارے اندر ایک نئی انابت ایک نیا خلوص اور ایک نیا ایمان پیدا کر دے گا"

جماعتوں کے سیکرٹریان مال کو دس ماہ کی وصولی چندہ جات اور بقایا کی پوزیشن سے اطلاع دی جا رہی ہے۔ ابھی تک تدریجی بجٹ کے مقابل پر اصل آمد لازمی چندہ جات میں کافی کمی ہے اور بعض جماعتوں کی وصولی باوجود بار بار توجہ دلانے کے برائے نام ہوئی ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ احباب جماعت عہدیداران مال اور علاقہ کے مبلغ صاحبان اپنی اپنی جماعت کی کمی آمد کو پورا کرنے کی فکر کریں۔ اور سال کے آخری دو ماہ میں خاص توجہ سے سو فیصد وصولی کر کے فرض شناسی کا ثبوت دیں۔

بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جملہ احباب جماعت اور عہدیداران کو مالی قربانی کے میدان میں اپنا قدم آگے بڑھانے کی سعادت بخشے۔ اور ہم سب کو اس امر کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو ادا کر کے خدا تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے والے ہوں۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

تحریک جدید کی اہمیت

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

"یہ تحریک اتنی اہم تھی کہ اگر ایک مرتے ہوئے باایمان انسان کے کانوں میں پہنچ جاتی تو اس کی رگوں میں بھی خون دوڑنے لگتا اور وہ سمجھتا کہ میرے خدا نے میرے مرنے سے پہلے ایک ایسی تحریک کا آغاز کرا کے اور مجھے اس میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرما کر میرے لئے اپنی جنت کو واجب کر دیا"

وکیل المال تحریک جدید قادیان

جنوبی ہند کا تبلیغی دورہ

(بقیہ از صفحہ ۲)

سے احباب جماعت کے استقبال کیا۔ فراغت طعام کے بعد ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے زیر صدارت مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل کی زیر صدارت جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ خاکسار کی تلاوت قرآن کریم اور مکرم مولوی شمس الدین صاحب کی نظم خوانی کے بعد تقاریر کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلی تقریر خاکسار کی زیر عنوان "عقائد احمدیہ" ہوئی۔ خاکسار نے بتایا کہ جماعت احمدیہ کوئی نیا مذہب یا نئی شریعت دنیا کے سامنے پیش نہیں کرتی۔ اور نہ ہی اس کے بانی کسی آزاد اور مستقل نبوت کے مدعی ہیں۔ اس کے بعد خاکسار نے اختلافی مسائل پر بحث کرتے ہوئے وفات مسیح علیہ السلام اور ختم نبوت کی حقیقت کے بارے میں قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت کی۔ یہ تقریر تقریباً ۴۰ منٹ تک رہی۔

اس کے بعد مکرم مولوی مبارک علی صاحب فاضل نے جماعت احمدیہ کی اغراض و مقاصد کو نہایت ہی واضح رنگ میں بیان کرتے ہوئے مجدد دین کے لئے خدا تعالیٰ کے کئے ہوئے انتظام اور اس زمانہ کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد القادیانی علیہ السلام اور آپ کی قائم کردہ جماعت کے کارہائے نمایاں کو واضح کیا۔ اس تقریر کے دوران جلسہ گاہ میں موجود سامعین میں کچھ اضطراب کی حالت رونما ہوئی۔ ان میں سے ایک شخص نے اٹھ کر ایک رقعہ جلسہ کے صدر کے سامنے پیش کیا جس میں یہ تحریر تھی

"کل کے جلسہ میں ہماری طرف سے ایک منتخب عالم کو تقریر کرنے کا موقعہ دیا جائے"

ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ ہم اپنے سٹیج پر تقریر کرنے کے لئے آپ کو ضرور موقعہ دیں گے۔ اس کے لئے مناسب شرائط طے کرنے کے لئے ہماری قیامگاہ پر آنے کی انہیں دعوت دی۔ اس دوران میں مخالفین کی طرف سے مختلف قسم کی آوازیں آنے لگیں۔ جس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ یہ لوگ کسی فتنہ یا شرارت کی طرف آمادہ ہیں۔

غرض ہمارا پہلے دن کا یہ جلسہ ٹھیک ½ ۱۱ بجے دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ دوسرے دن یعنی مورخہ ۵ مارچ کو ایک بجے کے قریب دس بارہ افراد ہماری قیامگاہ پر آئے اور سب کے سب مختلف قسم کی بشترا المخلصین تقریر کرنے کے لئے پیش کیں۔ جن سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ ان کا مقصد احقاق حق نہیں بلکہ محض شرارت تھا۔ اور ہماری کوششوں اور تبلیغی سرگرمیوں کو زائل کرنا ہی مراد تھا۔ ہم نے اپنی طرف سے یہ پیشکش کی کہ بے شک ہم ان کے لئے اپنا سٹیج دینے کے لئے تیار ہیں۔ اس کے لئے صرف ایک شرط پیش کرتے ہیں۔ سب سے پہلے اس شخص کو ایک گھنٹہ تک تقریر کرنے کا موقعہ دیا جائے گا۔ اس کے بعد ہم اپنی طرف سے اس تقریر کا جواب دیں گے۔ لیکن اس پر وہ آمادہ نہ تھے۔

اسی دوران گفتگو میں ڈپٹی کلکٹر محترم ظہور احمد صاحب حیدر ہماری قیامگاہ پر تشریف لے آئے۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم نے اُن کے سامنے تمام حالات پیش کئے۔ اس پر انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان مخالفین کو اپنے سٹیج پر تقریر کرنے کا ہرگز موقعہ نہ دیا جائے۔ اس Emergency حالت میں اس قسم کا اقدام درست نہیں۔ البتہ اگر مخالفین کو اپنے خیالات کا اظہار ہی کرنا مراد ہے تو وہ دوسرے دن جلسہ کر سکتے ہیں۔ اس فیصلہ پر مخالفین کو طوعاً و کرھاً واپس جانا پڑا۔

دوسرا اجلاس

پروگرام کے مطابق دوسرے دن کا اجلاس زیر صدارت محترم سیٹھ محمد معین الدین صاحب امیر وفد ٹھیک ۸ بجے شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد مکرم چوہدری مبارک علی صاحب فاضل مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب فاضل اور مکرم مولوی شریف احمد صاحب فاضل امینی نے علی الترتیب مامور من اللہ کی شناخت ختم النبوت کی حقیقت اور سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ایک ایک گھنٹہ تقریر کی۔ اس جلسہ میں غیر معمولی طور پر حاضرین موجود تھے مخالفوں کی طرف سے ہر ممکن کوشش کی گئی تھی کہ مسلمان اس جلسہ میں شریک نہ ہوں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے غیر مسلموں کے علاوہ کافی تعداد میں مسلم احباب بھی کثرت سے اس جلسہ میں شریک ہوئے۔ اس طرح ہمارا جلسہ ٹھیک بارہ بجے نہایت ہی کامیابی سے اختتام پذیر ہوا۔ جلسہ کے ختم ہوتے ہی مخالفوں کی طرف سے جن کا مقصد کسی نہ کسی طرح سے جلسہ میں فتنہ پیدا کر کے "خدمت اسلام" کرنا تھا مختلف قسم کی آوازیں آنے لگیں۔ جن میں چیلنج چیلنج کی آواز بار بار سنائی دیتی تھی۔

جلسہ کے بعد ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے وفد مع خدام جیپ اور موٹروں میں عازم حیدر آباد ہوا۔ اور صبح چار بجے بخیریت حیدر آباد واپس پہنچا۔

مراد نگر میں جلسہ

حیدر آباد میں مراد نگر ایک محلہ ہے جہاں مختلف قسم کے مکاتیب خیال کے لوگ رہتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ جماعت کی مخالفت ہوتی ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ حیدر آباد کے زیر انتظام مورخہ ۹ مارچ آٹھ بجے شب ایک جلسہ زیر صدارت مکرم مولوی امینی صاحب منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم خوانی کے بعد مکرم صدر صاحب نے جلسہ کی اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے بتایا کہ جماعت احمدیہ کے عقائد منافی اسلام اور مخالف شریعت محمدیہ ہرگز نہیں ہیں۔ آپ نے تمام اہل محلہ کو ہماری تقریریں خالی الذہن ہو کر سماعت کرنے کی دعوت دی۔ موقعہ اور محل کے لحاظ سے یہ مناسب سمجھا گیا کہ آج کی تمام تقاریر اختلافی مسائل کی وضاحت اور حقیقت پر ہوں۔ چنانچہ مکرم چوہدری مبارک علی صاحب مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب اور مکرم صدر صاحب نے علی الترتیب وفات عیسیٰ علیہ السلام ختم النبوت کی حقیقت اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر سیر کن بحث ہوئی۔ تقاریر کے دوران میں مختلف قسم کے سوالات پر مشتمل رقعہ جات سامعین کی طرف سے سٹیج پر آتے رہے۔ جن کے تسلی بخش جوابات صدر صاحب کی طرف سے دیئے گئے۔

یہ جلسہ تین گھنٹے کے بعد ٹھیک گیارہ بجے مسلم ہوا جلسہ کے بعد دیر تک مختلف احباب سے تبلیغی گفتگو ہوتی رہی۔

دعائی آئندہ

برائے داخلہ مدرسہ احمدیہ

احباب جماعت توجہ فرمائیں

صدر انجمن احمدیہ قادیان مبلغین سلسلہ کی ضرورت کے پیش نظر ہر تعلیمی سال کی ابتداء میں مولوی فاضل کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے طلباء کا داخلہ مدرسہ احمدیہ میں کرتی رہی ہے لہٰذا امسال بھی اس ضرورت کی تکمیل کے لئے طلباء درکار ہیں اس لئے احباب جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان سے درخواست ہے کہ اپنے بچوں کو مدرسہ احمدیہ کے داخلہ کے لئے مرکز میں بھیجیں داخلہ فارم نظارت ہذا سے ۱۵ مارچ تک حاصل کر کے مکمل خانہ پری کے بعد ۸ اپریل ۱۹۶۳ء تک نظارت ہذا کو پہنچ جانا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور قابل توجہ ضروری ہیں:۔

۱۔ بچے کی تعلیم کم از کم مڈل اسٹینڈرڈ تک ہونی لازمی ہے۔

۲۔ بچہ اردو زبان بخوبی لکھ پڑھ سکتا ہو۔

۳۔ نیز قرآن کریم ناظرہ روانی سے پڑھ سکتا ہو۔

نوٹ:۔ صدر انجمن احمدیہ کی جانب سے چار وظائف بھی مقرر ہیں جو طالب علم کی ذہنی، اخلاقی، تعلیمی اور اقتصادی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے دیئے جائیں گے خواہشمند احباب مقررہ تاریخ تک فارم پُر کر کے نظارت ہذا کو ارسال فرماویں

ناظر تعلیم و تربیت قادیان

ولادت

مورخہ ۱۱ مارچ ۱۹۶۳ء کو عزیز انوار الحق پسر مولوی قمر الحق صاحب آف پیکالور (صوبہ اڑیسہ) کو اللہ تعالیٰ نے پہلا لڑکا عطا کیا ہے۔ سلسلہ کے بزرگوں اور دوستوں سے درخواست ہے کہ بچے کی درازی عمر نیک اور خادم دین ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔ نومولود خاکسار کے چھوٹے بھائی سید عبد القدیر آف کٹک کا نواسہ ہے۔

خاکسار سید کریم بخش کلکتہ

درخواست دعا

میرے لڑکے عزیز سید احمد اور بھتیجے سید غلام احمد کا فرسٹ ایر بی۔ ایس سی کا امتحان ۲۵ مارچ سے کٹک میں شروع ہے۔ ہر دو نوں کی نمایاں کامیابی کے لئے درد دل سے دعا فرماویں۔ نیز عزیز سید احمد چار بیمار ہے اس کی صحتیابی کے لئے دعا فرماویں۔

خاکسار سید کریم بخش کلکتہ